Fikr-o-Nasar (Islamabad) 47:1 (2009)

تاریخ و تہذیب میں کتبہ شناسی کی اہمیت: بنگال کےعربی اور فارسی کتبات پر ایک نظر*

مؤلف : پروفیسر ڈاکٹرمحمدیوسف صدیق**

Abstract

Importance of Epigraphy in the Study of History and Civilization: The case of Arabic and Persian Inscriptions of Bengal

Inscriptions are a valuable source for understanding human civilization and culture as they serve as a missing link to the past history offering many valuable historical clues which are not easily available otherwise. As Islamic culture attaches special importance to writing, inscriptions became a significant element of Islamic architectural decoration ever since the first century AH. Islamic culture considered inscriptions a powerful medium to convey visual, cultural, and spiritual messages. Inscriptions at times help us in understanding the political, administrative, social, religious and cultural history of a region. Interestingly, epigraphy emerged as an important discipline in Islamic historiographic tradition as early as early ninth/fifteenth century when scholars such as al-Shibi of Makkah started looking at inscriptions with scholarly interest and historical intent.

DMHL

---

*مؤلف مقالہ جن کی مادری زبان بنگلہ دیشی ہونے کے ناتے پر بنگالی ہے، جناب سید محمد قاسم صاحب کا خاص طور پر شکر گزار ہے جنہوں نے اس تحقیق کو اردو قالب میں ڈھالنے میں بھرپور مدد کی۔ ساتھ ہی مؤلف وزارت تعلیم، حکومت پاکستان کے ہائیر ایجوکیشن کمیشن اور Iran Heritage Foundation، لندن، اور Fondation Max Van Berchem جنیوا، سوئیٹزر لینڈ، کا بے حد ممنون ہے جنہوں نے اس تحقیقی منصوبہ کے لیے خاطر خواہ گرانٹس کی منظوری دی اور ہر قسم کی اعانت فراہم کی۔

**شعبہ علوم اسلامیہ ، جامعہ پنجاب، لاہور

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

Muslim Bengal is particularly rich in epigraphic tradition and has a large number of Arabic and Persian inscriptions. An interesting aspect of these epigraphic texts is the various inscribed titles which, in a way, portray the worldly ambition of power and glory of the ruling class, albeit over-toned in religious fervour, often turning into a sort of expression that can be aptly compared with modern days' political vocabulary as "euphemism" and "politically correct". These inscriptions were rendered in various writing styles such as Kufi, *thulth*, *naskh*, *riqa*', *rayhani*, *muhaqqaq*, *tughra*' and *Bihari*. The high standard displayed in their literary style, aesthetic exuberance and calligraphic taste reminds us the cultural continuity in various Islamic regions in medieval times, it can perhaps be termed as "globalization of the medieval Islamic world".

***

تلك آثارنا تدلّ علينا   یہ وہی آثار ہیں جو ہمارے کارناموں کی نشاندہی کرتیں ہیں

فانظروا بعدنا إلى الآثار (أديب اسحاق الد مشقي)   ہمارے بعد انہیں کو دیکہ کر ان عظمتوں کااندازہ کر لو

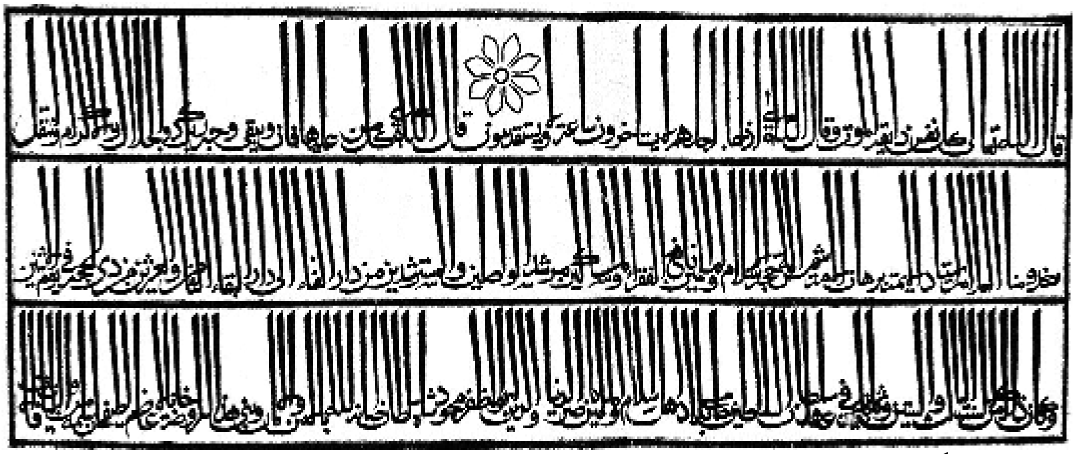

پنڈوہ، مغربی بنگال میں واقع حضرت نور قطب العالم کی خانقاہ میں موجود ایک لوح قبر

اسلامی ثقافت میں کتبہ شناسی(Epigraphy):-

اسلامی تہذیب کے بڑے بڑے فکری و عقلی کا رناموں میں سے ایک اہم کارنامہ ، اور علمِ تاریخ نویسی کا ایک اہم جز، اس کے تاریخی متون کا عظیم ورثہ ہے۔ یہ تاریخی ورثہ صرف وقائع نگاری اور تواریخ ،مثلاً: مختلف درباری مؤرخین کی سوانحی تالیفات، جیسے ***طبقات ناصری***[1]، تک ہی محدود نہیں ، بلکہ اس نے مختلف شکلیں اختیار کر

رکھی ہیں، جن میں سے ایک کتبہ نگاری بھی ہے۔ اسلامی ثقافت میں جذبات و خیالات کے اظہار کی بیشتر صورتوں کی طرح کتبات بھی دراصل خود اسلامی عقائد کے عکاس ہیں۔ ان کتبات کی کثیر تعداد یہ یقین کرنے کے لئے کافی ہے کہ انھوں نے اسلامی ثقافت کی اشاعت و ابلاغ میں انتہائی اہم کردار ادا کیا ہے (بنگال میں اسلامی کتبات کی تعداد کے لیے دیکھئے ضمیمہ: بنگال کے اسلامی کتبات کا گوشوارہ)۔ یہ اسلامی کتبات صرف عمارات ہی پر نظر نہیں آتے(دیکھئےضمیمہ جات) بلکہ پارچہ جات اور قالینوں، دھات اور شیشے کی چیزوں ، مٹّی کے ظروف اور زیورات پر بھی نظر آتے ہیں، جبکہ ہتھیاروں، سکوں اور مہروں پر تو بہر صورت ہوتے ہی ہیں۔ بعض علاقوں میں پتھر پر کتبہ نگاری کی فزوں تر اور بارآور روایت تو ظہور اسلام سے پہلے بھی موجود تھی۔ مثال کے طور ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب رسول کریم□ ابھی صرف۳۵ برس کے تھے، تو کعبے کی تعمیر نو کے لیے کھدائی کے وقت سُریانی زبان کے بعض حجری کتبے دریافت ہوئے تھے ۔ عہد اموی میں مشہور مورخ ابن ہشام کے والد محمدبن الصائب الکلبی نے لخمی دور کے ان قبوری کتبات اورتدفینی الواح میں گہری دلچسپی لی تھی جو کوفہ اور اس کے آس پاس گرجاؤں میں محفوظ رکھے گئے تھے۔ قرآن مجید میں علمی تحقیق اورتاریخ شناسی کے لیے آثار قدیمہ اور ماضی کے ورثہ کو سمجھنے کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ لفظ " آثار" جو قرآن حکیم کی متعدد آیات میں آیا ہے، جدید عربی میں آثار قدیمہ کے علم کے لیے استعمال ہوتا ہے[2]۔ آثار قدیمہ کی کھدائیوں سے جو انکشافات ہوتے ہیں ، و ہ ماضی کی بہت سی گم شدہ باتوں کو روشنی میں لاتے ہیں۔ کتبہ شناسی کے علم کی وجہ سے بہت سے ایسے حکمرانوں کے حالات سامنے آئے ہیں، جن کےبارے میں کوئی معلومات شاید ہی کہیں اور دستیاب ہوں۔ آثار قدیمہ کی اہمیت پر قرآن مجید میں کئی آیات آئی ہیں، مثلاً: سورة المؤمن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

> أ فلم يسيروا في الأرض فينظروا كيف كان عاقبة الذين من قبلهم كانوا أكثر منهم وأشدَّ قوةً وآثاراً في الأرض فما أغنى عنهم ما كانوا يكسبون (٢٨:٤٠)
>
> ترجمہ: " کیا یہ لوگ کبھی زمین پر چلے پھرے نہیں ہیں ،کہ یہ ان لوگوں کا انجام دیکھتے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں؟جو ان سے تعداد میں زیادہ تھے ، قوت میں سخت تھے اور ان سے زیادہ آثار زمین میں چھوڑ

گئےلیکن پھربھی جو کچھ انھوں نے حاصل کیا، ان کے
کسی کام نہیں آیا"۔

یہی بات سورۃ المومن (۲۱:۴۰)، سورۃ الروم (۳۰: ۹)، سورۃ فاطر (۳۵: ٤٤)، اور بعض دوسری سورتوں کی کئی ایک آیات میں بھی دہرائی گئی ہے۔

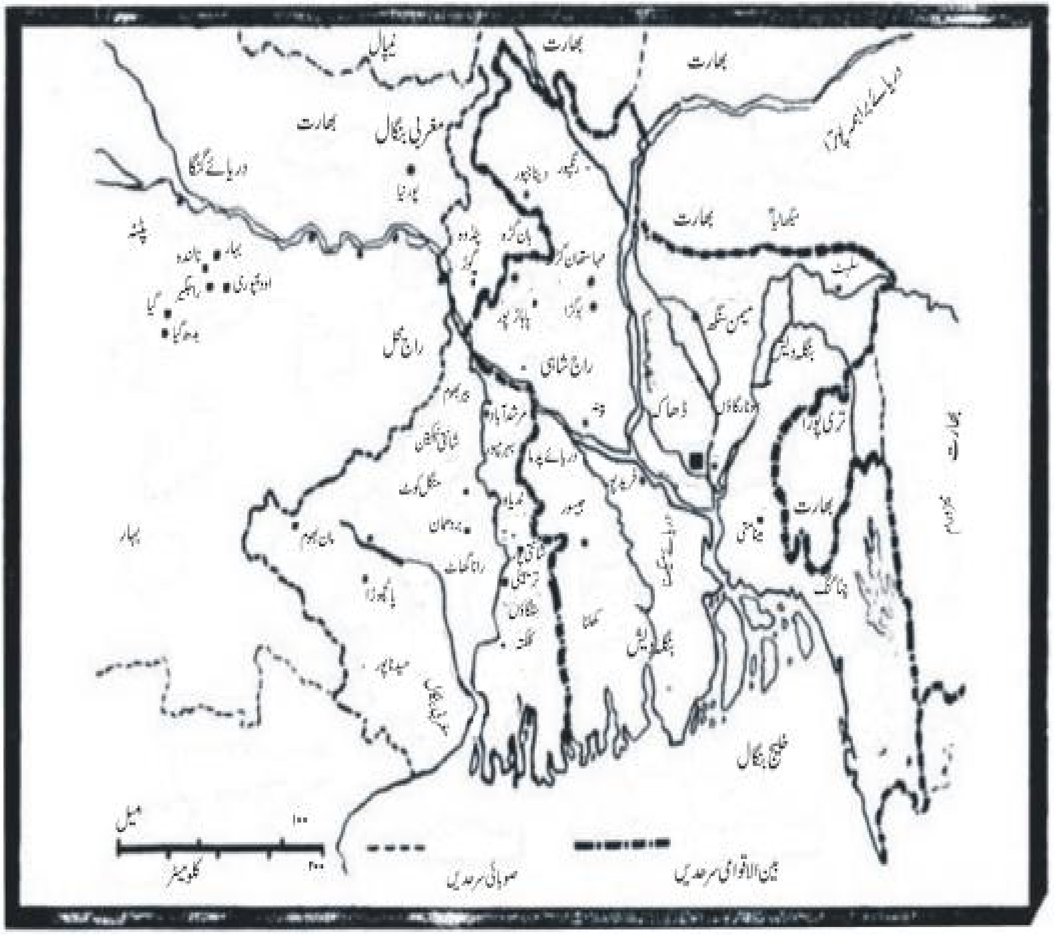

نقشہ اول :۔ بنگال کا موجودہ سیاسی نقشہ

اسلامی فن تعمیر میں کتبات کا استعمال :۔

اسلامی ثقافت میں کتبات کا استعمال ابتدا ء ہی سے ہونے لگا تھا۔ اولین اسلامی کتبات کا تعلق پہلی صدی ہجری/ساتویں صدی عیسوی سے ہے۔ بعد ازاں دنیائے اسلام میں نئی نئی تعمیرات کے ساتھ، کتبات بھی اسی رفتار سےسامنے آنے لگے۔ یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ دور اول کی کسی بھی عمارت میں کسی نہ کسی قسم کا کتبہ موجود نہ ہو۔

گویا اگر کتبہ نہ ہو تو وہ عمارت ادھوری یا خالی خالی سی لگے گی۔ اس خوبی کا نتیجہ یہ ہے کہ آج کتبات اور کتبہ نگاری کے شواہد و آثار فنی معیار کے لحاظ سے بھی اور تاریخی معلومات کے اعتبار سے بھی، بکثر ت پائے جاتے ہیں۔ چوتھی صدی ہجری / گیارھویں صدی عیسوی تک کتبات زیادہ تر عمارات کے اندرونی حصوں میں کندہ کیے جاتے تھے۔ اس صدی کے بعد عمارات کے بیرونی حصوں کی تزئین و آرائش کے لیے بھی کتبہ نگاری کا رواج شروع ہو گیا۔ اسی دوران خط نَسخ اور خط ثُلث کو مقبولیت حاصل ہونے لگی اور زاویہ دار خط کوفی کو رفتہ رفتہ زوال آنے لگا[3]۔

خطاطی کے چوکھٹے اسلامی عمارتوں میں انتہائی خوبصورت اور آرائشی عنصر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کتبات کی یہ عبارت خطاطی کے خوبصورت حروف میں زینت و جمال کا عمدہ نمونہ ہوتی ہے، اوراپنے اندر ایک پیغام بھی رکھتی ہے۔ تعمیراتی زینت و آرائش کے لیے تحریری پیغامات کا استعمال یقیناً خالص اسلامی ثقافت کا مظہر ہے، تاہم بعض عمارات میں خطاطی کے چوکھٹے اتنی اونچی جگہوں پر بنائے گئے کہ ان کا پڑھنا دشوار ہوتا ہے[4]گویا ہمیں بتا رہے ہوں کہ ان کی عبارت میں پوشیدہ پیغام کے مقابلے میں ان کی جمالیاتی اثر انگیزی کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے حقیقت یہ ہے کہ بنگال میں عہد سلطنت سے تعلق رکھنےوالے کوفی کتبات اور بعض بنگالی طغرے (خطاطی کے انتہائی پیچیدہ اسلوب) واقعی پڑھنے میں بہت دشوار ہیں۔ جس کا صاف مطلب یہی ہے کہ جمالیا ت کو متن پر ترجیح دی گئی ہے۔ جو علاقے شیعیت کے زیر اثر تھے، وہاں کتبے کی عبارت کو ناقابل فہم بنانے کا رجحان اسی تصور کے زیر اثر تھا، خصوصاً اس عقیدے کے تحت کہ علم اور روحانی مراتب کی میراث فقط چند مخصوص لوگوں کو عطا کی گئی ہے، لہٰذا عام ناظرین کے لیے ہر کتبے کا پڑھنا اور سمجھنا ضروری نہیں۔ اکثر اسلامی کتبات میں حروف کو خلط ملط کر دیا جاتا تھا اوردانستہ ابہام پیدا کیے جاتے تھے، تاکہ خواندگی پر آرائش کو تقدم حاصل ہونے کی منطق قائم رہے۔

ہاں یہ بھی ممکن ہے کہ اکثر کتبات میں ابتدا ہی سے تاریخی معلومات کا خیال رکھا گیا ہو۔ غالباً مقصد یہ تھا کہ مستقبل کے دانشور ، بالخصوص مورخین ان کا مطالعہ کریں گے تو اپنی تالیفات میں ان سے مدد لیں گے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ چونکہ تعلیم یافتہ مسلمان خط کوفی کے عادی ہو چکے تھے، لہٰذا وہ موجودہ خطِ نسخ یاخطِ نستعلیق کے مقابلے میں، جو آج آنکھوں کو زیادہ بھلا لگتا ہے، خط کوفی کی نزاکتوں کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ اس زمانے میں خطِ کوفی کو خطِ نسخ کی نسبت

بلند مقام حاصل تھا۔ اس بات کی بھی بڑی اہمیت تھی کہ یاد گاری کتبہ عمارت کے ایسے گوشے پر نصب کیا جائے جہاں اسے پڑھنے میں آسانی ہو۔

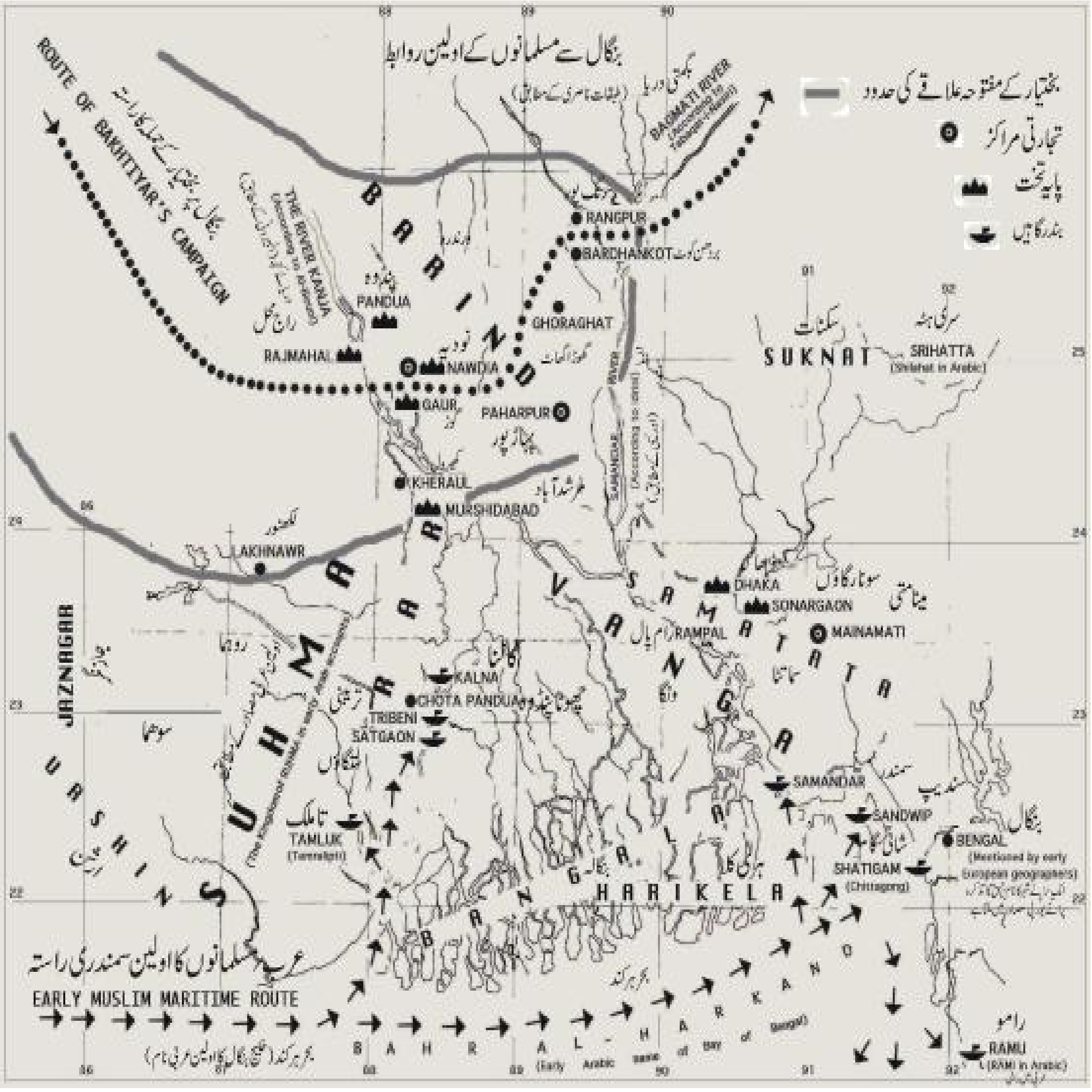

نقشہ دوم :۔ بنگال سے اسلام کا پہلا رابطہ

ایک عجیب بات یہ ہے کہ اگرچہ اسلام نے لکھنے پڑھنے اور تعلیم و تعلم کو بڑی اہمیت دی ہے، عالم اسلام میں بعض علاقوں کی بیشتر دیہاتی آبادی دور حاضر کے آغاز تک ناخواندہ ہی رہی۔ اس کے باوجود مذہبی

کتبات کو ، بالخصوص وہ کتبات جن پر قرآنی آیات درج ہوتی تھیں، محض دیکھنا بھی ثواب و برکت کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ ایک عام تعلیم یافتہ شخص کے نزدیک کسی عمارت یا مسجد پر آیات قرآنی مثلاً آیتہ الکرسی یا حدیث نبوی کو حرف بہ حرف صحیح پڑھنے سے زیادہ اہم بات اسے دیکھتے ہی شناخت کر لینا تھا۔ تاہم بیشتر اسلامی کتبات کو معلومات افزا کہا جا سکتا ہے، ان معنوں میں کہ وہ بہت سی بنیادی اور ضروری معلومات، مثلاً: تاریخ تنصیب ، طرز تعمیر ، کس شخص نے کس کے لیے تعمیر کرایا، وغیرہ فراہم کرتے ہیں۔ اسلامی کتبات کی ایک اور مشترک خصوصیت یہ ہے کہ بعض فارمولے بار بار استعما ل ہوتے ہیں۔ اور ان میں سے کچھ تو تسلسل کے ساتھ دہرائے جاتے ہیں۔ چونکہ ان فارمولوں کی بنیاد معروف مذہبی مقولوں پر ہوتی ہے، لہٰذا عمارت کو جس مقصد یا پیغام سے منسوب کرنا مقصود ہوتا ہے، اسی رعایت سے مذہبی مقولہ بھی منتخب کیا جاتا ہے۔

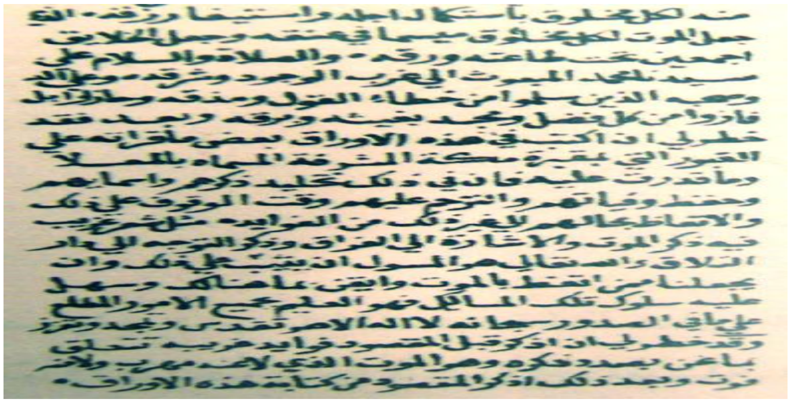

الشیبی کے لکھے ہوئے مخطوطے 'الشرف الأعلی' کا پہلا صفحہ

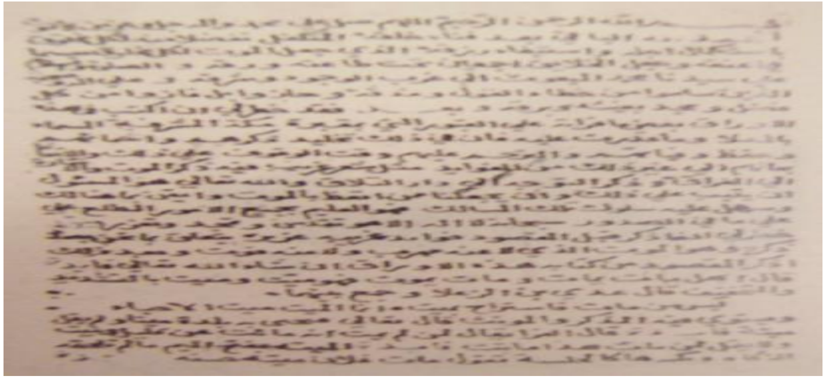

''الشرف الأعلی'' مخطوطہ کا ایک اور صفحہ

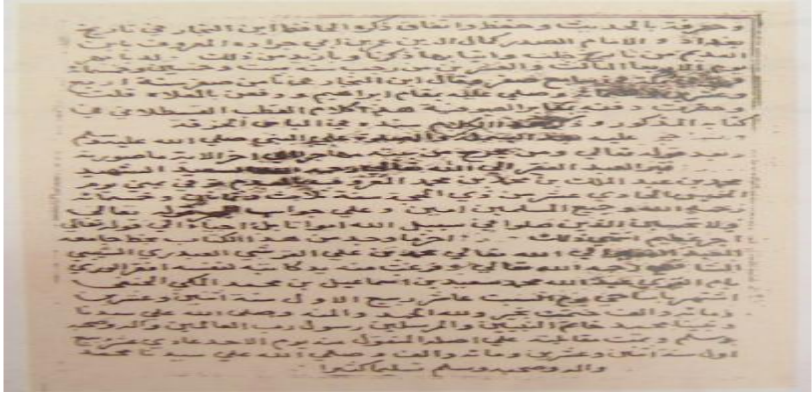

مخطوطہ ''الشرف الأعلی'' کےایک مختلف نسخے سے ایک اور صفحہ

اسلامی کتبہ نگاری کا آغاز: کتبات پورے عالم اسلام میں ہر جگہ جزیرہ نما آئی بیریا (اندلس) سے لے کر مجمع الجزائر انڈونیشیا تک موجود ہیں۔ یہ اسلام کے دور اول ہی سے مسلمان مؤرخین اور مصنفین کی توجہ اور دلچسپی کا مرکز رہے ہیں۔ مثال کے طور پر مورخ

الجَہشِیاری (331ھ/ 942ء) نے عکّہ (Acra) اور صیدا (Sidon) کے صدر دروازوں اور آذر بائیجان کی ایک سرکاری عمارت پرلگے ہوئے کتبات کی نشان دہی کی ہے۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ اس نے 630 ہجری میں موصل کی مسجد کے دالان میں پتھر کی ایک تختی دیکھی جس میں عباسی خلیفہ مہدی کے دور حکومت میں مسجد کی توسیع کے بارےمیں مفید معلومات درج تھیں۔ بعد ازاں چودھویں اور پندرھویں صدی کے عرب مؤرخین ، مثلاً: تقی الدین احمد بن علی المقریزی(متوفی 845ھ/1441ء)، اور تقی الدین الفاسی (775- 832ھ / 1374 - 1428ء) نے، جنھوں نے مکہ کے مشہور دار العلوم المدرسہ السلطانیہ الغیاثیہ البنگالیہ میں درس دیا تھا، اس خطے کی تاریخ کے اہم ذریعے کی حیثیت سے کتبات کا تفصیلی مطالعہ کیا۔ مثال کے طور پر المقریزی نے الوطاطیط کے کنوئیں پر لگے ہوئے وقف کے کتبے کی پوری مشکل عبارت کو پڑھ لیا۔ یہ کنواں وزیر ابوالفضل کی سر پر ستی میں تعمیر کیا گیا تھا [5]۔ الفاسی نے قدیم شہر مکہ کے تعمیراتی آثار کا جائزہ لیا تھا۔ اس کا کتبہ شناسی کا طریقہ زیادہ مرتب اور اصولی تھا۔ اس نے کتبوں کی عبارتوں میں درج تاریخ اور ماہ وسال کا مقابلہ دوسرے تاریخی ذرائع سے بھی کیا اور یوں مکہ کی تاریخ کےبارے میں اس کی تحقیقات زیادہ صحیح اور معتبر قرار پائیں[6]۔

تاہم کتبہ شناسی کو ایک باضابطہ علم کے درجے تک پہنچانے میں جمال الدین محمد ابن علی الشیبی (779-837ھ/1378-1433ء)[7] کا بڑا ہاتھ ہے۔ اس نے مکہ المکرمہ کی قبروں کی تختیوں اور الواح کانہایت باریک بینی سے مطالعہ کیا تھا، اس نے علمِ کتبہ شناسی کو ایک ایسے اعلیٰ معیار پر فائز کر دیا، جس کی اس سے پہلے کوئی نظیر نہ تھی۔ اسے بجا طور پر بابائے کتبہ شناسی کہا جا سکتا ہے۔ الفاسی نے تو تاریخ مکہ پر اپنے یادگاری کام کے وقت تاریخی عبارتوں کے درمیانی خلا کتبہ شناسی کی شہادتوں سے پر کیے تھےلیکن الشیبی نے اس سے بھی آگے بڑھ کر کتبات کا مطالعہ ،فن برائے فن ، یعنی خالص کتبہ شناسی کے فن کی نظر سے کیا ۔ اس نے نہ صرف یہ کہ بڑی دقت نظری سے المعلا کے قبرستان (یہ جنۃ المعلیٰ کے نام سے زیادہ مشہور ہے) کی بے شمار قبروں پر لگے ہوئے کتبات سے پرانے زمانے کے رسم الخط میں لکھی ہوئی ناقابلِ فہم عبارتوں کو پڑھا ، سمجھااورسمجھایا، بلکہ آج کے کسی کتبہ شناس کی طرح ،طرز رسم الخط اور تاریخ کتابت وغیرہ کے بارے میں بنیادی معلومات بھی فراہم کیں۔

بہر کیف پورے علمی شوق اور انہماک کے ساتھ اسلامی کتبات کا باضابطہ مطالعہ انیسویں صدی کے اواخر میں اس وقت شروع ہوا جب سوئٹزر لینڈ کے مشہور مستشرق میکس وان برشیم (1863- 1923) کی بے لوث کاوشوں کے نتیجے میں اسلامی کتبہ شناسی کے کچھ اصول وضع ہوئے۔ برشیم کو بجا طور پر اسلامی کتبہ شناسی کی جدید سائنس کا رہبر اول قرار دیا گیا ہے۔ انہوں نے عربی کتبات کی تفہیم کے لیے جو منہج تحقیق مرتب کیے ، وہ محض فنی ہئیت کی حیثیت نہیں رکھتے، بلکہ زبان ، تاریخ ، مصوری اور فن تعمیر کے شعبوں میں مطالعات شرق کے لیے ایک خاص علمی اہمیت کے بھی حامل ہیں۔ کتبات کی مرموز زبان کو پڑھنا ، سمجھنا اور پھر ترجمہ کرنا ، یہ کام بجائے خود بڑی مہارت مانگتا ہے، لیکن برشیم نے تو ہر کتبے کا اس کے ثقافتی اور تاریخی سیاق میں تجزیہ کرنے کا طریقہ وضع کیا۔ جس کے نتیجے میں کتبہ شناسی کا ایک مستقل علمی منہج وجود میں آیا ۔ جس میں خاص وقت اور خاص ماحول میں کتبے میں درج شخصیات کے سوانحی خاکے کا بھی جائزہ لیا گیا۔ اس کی اہم تالیفات مثلاً *Matériaux pour un Corpus Inscriptionum Arabicarum*[8]، نے فی الحقیقت اسلامی کتبہ شناسی کو ایک مستحکم بنیاد پر قائم کرنے کی راہ ہموار کر دی۔ اس کے کچھ عرصے کے بعد اسلامی کتبات کی فہرست طبع کرنے کا یادگاری اور عظیم الشان کام *Répertoire chronologique d'épigraphie arabe* میں 1931 ء کی قاہرہ سےاشاعت سے شروع ہوا اور 1964 تک جاری رہا ۔ اس مخزن کی ابتدائی سولہ جلدوں میں آٹھ ہزار سے زیادہ اسلامی کتبات مرتب کیے گئے ۔ ان کتبات کا تعلق پہلی آٹھ صدیوں سے ہے۔ ان کی تدوین و اشاعت کا کام ہنوز جاری ہے۔ اس حقیقت کے باوجود کہ یہ مخزن کتبات کئی لحاظ سے نامکمل ہے ، اور اس اعتبار سے بھی کہ اس کی اشاعت کے بعد متعدد نئے کتبات دریافت ہو چکے ہیں، تاہم اسے انتہائی مفید اور کارآمد فہرست قرار دیا جا سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اسلامی کتبات کی سال بہ سال اور خطہ بہ خطہ باضابطہ تقسیم وار، واحد موجود فہرست ہے۔ مغربی زبانوں کے شعبے میں جن بڑے بڑے دانش وروں نے اس ضمن میں قابل قدر خدمات انجام دی ہیں، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

Tychsen, Reinaud, J. J. Marcel, George C. Miles, S. Flury, Gaston Wiet, E. Herzfeld, A. Grohmann, Jean Sauvaget, Moritz Sobernheim, E. Lé vi-Provenç al, J. Sourdel-Thomine, Mohammad Yusuf Siddiq[9].

عربی زبان میں کتبہ شناسی کے میدان میں جن دانشوروں کے نام پیش پیش ہیں وہ یہ حضرات ہیں:۔ حسن محمد الحواری، ابراہیم جمعہ، حسن الباشا ، ذکی محمد حسن، عبد الرحمٰن فہمی، محمد یوسف صدیق[10] اور بعض دوسرے حضرات۔ دوسری اسلامی زبانوں ، بالخصوص فارسی، اردو، ترکی، بنگالی ، پشتو، ملاوی اور انڈونیشی میں بھی اس فن کے متعلق قابلِ تحسین کام ہوئے ہیں۔

بنگال میں مختیار خلجی کے جاری کردہ اولین اسلامی سکے

اسلامی کتبہ شناسی کی اہمیت:۔

ہر کتبہ خواہ وہ کسی سنگِ میل پر لگا ہوا ہو یا کسی قبر کی لوح ہو، کسی نہ کسی مفید اِعلام کا حامل ہوتا ہے۔ نقش کندہ حجری تختیوں کا رواج اتنا عام تھا کہ آج یہ تصور کرنا بھی مشکل ہے کہ اسلامی تہذیب و ثقافت کے گہوارہ میں پیدا شدہ کوئی تاریخی عمارت کتبے سے خالی ہو۔ حتّٰی کہ اسلامی مصوری میں بھی جن عمارات کی تصویر کشی پائی جاتی ہے ان میں اکثر کتابت شدہ تختیوں کی زیبائش کی جاتی ہے۔ بعض تعمیراتی کتبات کافی بڑے سائز کے ہوتے ہیں اور دیکھنے والوں کی توجہ ساحرانہ انداز میں اپنی طرف مبذول کر لیتے ہیں۔ اور ویسے بھی کتبات ماحول کو پسندیدہ اور جمالیاتی بنانے میں مدد گار ثابت ہوتے ہیں۔ سیاہ رنگ کے غلافِ کعبہ"الكِسْوَة الشَّرِيفَة" پر سنہری حروف میں کتابت شدہ پٹیاں ، اورا سی طرح اوائل دور میں اسلامی پارچہ جات پر سوزن کاری سے ابھرواں خطاطی کے نہایت خوبصورت نمونے ‘‘طراز’’ کی بناوٹ کے بارے میں بھی کہاجا سکتا ہے کہ ان پر تعمیراتی کتبہ نگاری کا اثر تھا اور اسی طرح خود تعمیراتی کتبہ نگاری پر بھی ان کا اثر ہوا [11]۔

اکثرو بیشتر صورتوں میں جب کبھی کوئی خطہ اسلامی حکومت کے زیر اقتدار یا زیر اثر آیا تو عام بول چال کے لیے تو مقامی زبان کو

برقرار رکھا گیا، لیکن دفتر ، مذہب ، تعلیم اور ادب کے لیے عربی کو سرکاری زبان قرار دیا گیا۔ وسطی اور جنوبی ایشیا ء میں فارسی شاہی درباروں کی زبان تھی، لیکن مسلمانوں کی مذہبی اور قومی زبان عربی ہی رہی۔ ان وسیع و عریض جغرافیائی خطوں میں اسلامی کتبہ نگاری میں عربی اور فارسی دونوں زبانیں استعمال کی گئیں۔ حکمران فارسی استعمال کرتے تھے حالانکہ بیشتر کا تعلق ترکستان اور افغانستان سے تھا اور گھر میں اہل خاندان ترکی بولیاں بولتے تھے۔ جنوبی ایشیا میں ترکی زبان میں لکھے گئے کتبات ناپید ہیں۔ کیونکہ فاتحین ترکی کو تحریری زبان کے طور پر استعمال نہیں کرتے تھے۔ ہندوستانی زبانوں میں سنسکرت کوبھی کتبوں کے لیے کبھی کبھار استعمال کیا گیا۔ البتہ اسے سِکوّں میں زیادہ استعمال کیا گیا۔ اختیار الدین محمد بختیار خلجی نے اپنی فتح گوڑ کی خوشی میں جو یادگاری سکہ جاری کیا تھا، اس پر عربی اور سنسکرت دونوں زبانیں درج ہیں۔ اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ مسلم برسر اقتدار طبقہ اشرافیہ کی ثقافت کی سرپرستی کرتا تھا۔ خواہ اس کے لیے عوامی ثقافت کو ہی کیوں نہ قربان کرنا پڑے۔ بنگال میں پہلے اور تیسرے اولین کتبات، جو اولین مسلم حکمرانوں ،یعنی سلطان علاؤالدین (607-610 ھ/ 1210-1213ء) اور بلکا خان خلجی (626-628ھ/ 1229-1231ء) کے عہد میں لکھوائے گئے، وہ فارسی میں ہیں۔ جبکہ ایک خانقاہی کتبہ ملا ہے جو 618ھ/1221ء میں عربی زبان میں لکھا گیا اور جس کا تعلق سیان ضلع بیربھوم کے حکمران غیاث الدین عوض کے عہد سے ہے۔ یہ مقام مغربی بنگال میں واقع لکھنو ر کے قدیم اسلامی مرکز سے زیادہ دور نہیں ہے۔ (دیکھئے نقشہ نمبر 4)۔بنگال ان اولین اور قدیم ترین خطوں میں سے ہے جن کے تعمیراتی کتبوں کے لیے فارسی استعمال ہوئی۔ خاص طور پر اس خطے میں مغلیہ حکومت قائم ہونے کے بعد کتبہ نگاری کے لیے فارسی کو غلبہ حاصل ہوگیا۔ یہ بات واقعی حیرت انگیز ہے کہ فارسی اتنے اوائل عہد میں اور ایران اور وسط ایشیاء سے اتنی دور اس خطے میں کیونکر کتبہ نگاری کی عام زبان بن گئی۔

اسلامی کتبات کی مختلف خصوصیات:۔

بلا شبہ اسلامی کتبات کی قدیم و پیچیدہ اور علامتی عبارت کو پڑھنا بہت مشکل ہوتا ہے، اور ان سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ بسا اوقات عوام کی دلچسپی کی چیز نہیں ہوتیں۔ یہ بھی درست ہے کہ کتبہ شناسی سے معلومات بآسانی دستیاب نہیں ہوتیں۔ یہ معلومات بکھرے ہوئے ٹکڑوں کی صورت میں یہاں وہاں سے ملتی ہیں۔ پھر ان ٹکڑوں کے اندر پوشیدہ معانی کو دوسرے ذریعوں سے حاصل کردہ معلومات سے جوڑا جاتا ہے۔ اس راہ میں مشکلات بہت زیادہ ہیں ۔ تاہم کوشش پیہم سے اتنی

مہارت اور دانائی پیدا کی جا سکتی ہے کہ کتبہ شناسی مفید ہونے کے ساتھ ساتھ دلچسپ بھی بن جائے۔ سیاسی تاریخ کے نقطۂ نظر سے دیکھیں تو کتبے کی عبارت ہی سے بہت سی بنیادی اور اہم معلومات حاصل ہوجاتی ہیں، مثلاً :کتبہ لگانے کی تاریخ ، جگہ کا نام ، حکمران کا نام، کتبہ لگوانے والے کا نام وغیرہ ۔ تاریخ نویس ان تمام بکھری ہوئی معلومات کو اپنی تاریخ کی مربوط عبارت میں منظم و مدون کر لیتا ہے ۔ اگر کتبے پر لکھا ہوا حکمران کا نام، ہم عصر تواریخ میں درج حکمران کے نام سے مختلف ہے، تو اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی غیر معمولی واقعہ (مثلاً بغاوت وغیرہ) ہوا ہوگا، جسے مؤرخین نے کسی نہ کسی وجہ سے درج کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ اس کی ایک مثال بنگال کا بڑا ماٹیا باڑی کتبہ(934ھ/1528ء) ہے۔ اس پر بنگال کے حکمران کا نام سلطان محمود شاہ لکھا ہوا ہے۔ حالانکہ اس وقت اصل حکمران سلطان نصرت شاہ تھا۔ اس کا یہ مطلب نکالا جا سکتا ہے کہ 1528ء میں حقیقی حکمران نصرت شاہ کے اقتدار کے خلاف اس کے بھائی محمود شاہ نے بغاوت کی اور خطے کا حکمران ہونے کا اعلان کیا، حالانکہ اس زمانے کی تاریخی کتابوں میں اس طرح کا کوئی واقعہ درج نہیں ہے۔ اس زمانے کے درباری وقائع نویس بغاوت، بد امنی اور سرکشی کے واقعات جو حکمرانوں کے اقتدار کے خلاف ہوئے تھے، اپنی تحریروں میں درج نہیں کیا کرتے تھے۔ تاکہ قارئین کو یہ تأثر دیا جائے کہ اس حکمران کے پورے عہد میں امن، ترقی اور خوشحالی کادور دورہ تھا۔ سیدھی سی بات ہے کہ کتبات پر درج تاریخیں مؤرخین کی تحریروں میں درج تاریخوں سے زیادہ معتبر ہیں، اور اسی لیے وہ خطے کی تاریخ کے واقعات کی تعبیر نو کے ضمن میں زیادہ قیمتی اور کارآمد ہیں۔ مشہور سیاح ابن بطوطہ نے دہلی کی قدیم ترین جامع مسجد کی محراب پر ایک یادگاری کتبہ دیکھا، اور بغور اس کا مطالعہ کیا۔ اور یوں انہیں مسلمانوں کی فتح دہلی کی صحیح تاریخ کا علم ہوا۔ [12]

اسلامی کتبات کسی خطے کی سیاسی تاریخ کے بارے میں انتہائی ضروری تاریخی شواہد بھی فراہم کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر سلطنت بنگالہ کے بعض حکمرانوں کے نام صرف ان کتبوں کے فراہم کردہ شواہد ہی کی بنیاد پرمعلوم ہوئے ہیں۔ اکثر صورتوں میں درباری وقائع نویس، جو صوبوں سے دور دراز کے فاصلے پر اقامت پذیر ہوتے تھے۔ مقامی عمال حکومت کے نام اپنی تحریر میں درج نہیں کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اکثرو بیشتر صورتوں میں صرف کتبات ہی یہ معلوم کرنےکا واحد ذریعہ رہ جاتے ہیں کہ مقامی انتظامیہ کا کیا احوال تھا، تعلق داروں ، پولیس افسروں، مقامی فوجی کمانڈروں اور مرکزی حکومت کے نمائندوں اور ان

کے مقررہ منصب داروں کے کیا نام تھے۔ ان ناموں کی اہمیت یہ ہے کہ تاریخی مواد کی چھان بین، تحقیق و تشریح میں ان سے بڑی مدد لی جا سکتی ہے۔ اسی طرح مقامات یا انتظامی یونٹوں اور ڈویژنوں کے پرانے یا اصلی نام، نیز جس وقت یہ کتبہ لگایا گیا تھا اس وقت کی سماجی یا مذہبی تاریخ کے کوائف بھی محفوظ کیے جاسکتے ہیں۔ یاد گاری کتبے تو ہمیں یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ اس یادگار کی کیا اہمیت تھی۔طاقت اور اقتدار کا اعلان و اشتہار تاریخی لحاظ سے شہر میں داخلے کے یادگاری دروازوں (اورپھا ٹکوں) سے منسوب کیا جا تا رہا ہے۔ کیونکہ اقتدار شاہی کا اعلان کرنے کے لیے مناسب مقام ان دروازوں ہی کو خیال کیا جا تا تھا۔ نیز کتبات کی عبارتوں سے خطے کے مذہبی حالات و رجحانات کو سمجھنے میں بھی مدد ملتی ہے۔

کتبے کی عبارتوں میں تھوڑا تھوڑا فرق ہو سکتا ہے، لیکن مفہوم و مقصد میں ایک وجہ مشترک ، ایک پیغام کی یکسانیت پڑھنے والے کو محسوس ہوجاتی ہے۔ مسجد کے داخلی دروازے پر جو کتبہ لگا ہوتا ہے، اس میں عام طور پر اللہ تعالیٰ کی حمدو ثنا میں یا موقع کی مناسبت سے آیت قرآنی یا ایسی حدیثِ نبوی درج ہوتی ہے جس میں مساجد کی تعمیر اور خدمت کرنے والوں کے لیے آخرت میں اجروثواب کی نوید ہو ۔ محرابوں میں لگے ہوئے کتبوں میں اکثر ایسی آیات کا انتخاب ہوتا ہے جس میں لفظ ''محراب'' استعمال ہوا ہو۔ خطاط اپنی جگہ مذہبی عمارات کے کتبات کی خطاطی سے روحانی اور جمالیاتی طور پر حظ اٹھاتےہیں۔خصوصاً جب اسما ء حسنیٰ ، بسم اللہ اور کسی روحانی موضوع پرکوئی فارسی یا عربی شعرلکھنے کا موقع ملے۔ کتبہ نگاری میں حدیث نبوی کا رواج گیارھویں صدی کے اواخر میں ہوا۔ نواسۂ رسول حضرت امام حسین کے سر مبارک کے مقبرے کے منبر پر 484ھ/1081ء کی تاریخ درج ہے۔ (یہ مقبرہ پہلے عسقلان میں تعمیر ہوا تھا، بعد ازاں اسےفلسطین میں الخلیل [Hebron] کی ایک خانقاہ میں منتقل کیاگیا)[13]۔مغل بادشاہ بابر نے اپنی خود نوشت ''تزکِ بابری'' میں اس شاندار کتبے کا ذکر کیا ہے جو سمر قند کی اس مرکزی جامع مسجد کی پیشانی پر وجۂ زیبائش تھا ، جو اس کے دادا امیر تیمور نے اپنے محل سے متصل تعمیر کرائی تھی۔ اس کتبے پر سورۃ البقرۃ کی آیت إذ يرفع إبراهيم القواعد انتہائی خوبصورت خطاطی میں لکھی ہوئی تھی۔ یہ آیت مساجد کے کتبوں پر عام طور پر لکھوائی جاتی تھی۔ نظر کی سطح سے بالا ، یہ یادگاری کتبہ سائز میں اتنا بڑا تھا کہ بابر کے بقول یہ دو میل کے فاصلے سے بھی صاف نظر آتا تھا۔ مختصر یہ کہ دنیائے اسلام کے

مختلف حصوں میں اس وقت کے کتبات کے مشترکہ عناصر و خصائص سے ظاہر ہوتا ہے کہ تاجروں ، سیاحوں ، احادیث جمع کرنے والوں ، علماء اور صوفیائےکرام کے سلسلہٗ آمدو رفت کے ساتھ ساتھ اقدار و اذواق کی عالم گیریت کا ایک خاموش عمل بھی جاری وساری تھا۔

کتبات کی عبارتوں میں درج آیات قرآنی و احادیث نبوی سے تاریخی حوالوں کی بھی نشان دہی ہو سکتی ہے۔ وہ اس لیے کہ ان کا انتخاب ایک خاص موقع کی مناسبت سے کیا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ آیاتِ قرآنیہ یا احادیث نبویہ کی صورت میں وہ ایک مذہبی پیغام کے حامل ہیں۔ یہ پیغام خطے کے مذہبی رجحانات و تغیرات کو سمجھنے میں بڑے مدد گار ثابت ہو سکتے ہیں۔ آیتہ الکرسی عموماً قبر کے کتبوں پر، اور فن خطاطی کے نقطہٗ نظر سے مساجد میں اہم جگہوں پر لکھوائی جاتی ہے۔ کیونکہ اسے ذریعۂ برکت خیال کیا جا تا ہے[14]۔ اسی طرح موقع کی مناسبت سے خاص حدیث کا انتخاب کتبہ نگاری کے لیے کیا جاتا ہے۔ اسی طرح مذہبی اہمیت کے مشاہیر کے اسمائے گرامی بھی کتبہ نگاری کی زینت بنتے ہیں۔ کسی کتبے پر خلفائے راشد ین کے نام درج ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کتبہ بنوانے والا سنّی ہے۔ اگرعمارت کا مالک یا سر پرست شیعہ ہے تو حضرت علی اور پنجتن پاک کے نام کافی ہیں [15]۔ اور اگر عبارت میں وقف کی شرائط تحریر ہیں [16] جیسے ڈھاکہ کے قریب قصبہ نیا باڑی سے برآمد ہونے والے کتبے (1003ھ/1595ء)میں اور بنگال کے ایک اور کتبے (خانقاہ سیتلمٹھ، 652ھ/1254ء) میں درج ہیں، تو پھر ایسی آیت کا انتخاب کیا جاتا ہے جس میں وقف کی نگہداشت کرنے والوں کے لیے ثواب و اجر کی خوشخبری اور اس کو نظر انداز کرنے یا نقصان پہنچانے والوں کے لیے سزا کی تنبیہ ہوتی ہے۔

نیاباڑی کا ‘‘مددمعاش’’ کا کتبہ (1003ھ/1395ء) اس امر کی بھی ایک اچھی مثال ہے کہ کتبے کبھی کبھی قانونی دستاویزات، مثلاً : مسجدوں اور مدرسوں کے لیے وقف ناموں کے اندراج کے لیے استعمال ہوتے تھے[17]۔یہ روایت اٹھارہویں صدی تک دنیائے اسلام کے بعض حصوں میں قائم تھی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ پتھر کی تختیاں دیر پا ہوتی ہیں اور ان کی چوری بھی بہت کم ہوتی ہے۔ بنگال میں ایسے کتبے خاصی تعداد میں ملتے ہیں، جیسے دوہا ر کا کتبہ (1000ھ/1591ء) اور بڑا کٹرا کا کتبہ (1052ھ/1642ء) ۔ ایران میں قزوین کی ایک عمارت پر ایسا کتبہ موجود ہے ،جس پر پورا وقف نامہ درج ہے[18] ۔ لیکن عام طور پر مسلمان قانونی دستاویزات کی تحریر کے لیے کاغذ کو ہر زمانہ میں ترجیح دیتے رہے۔ مسلمانوں کی فتح بنگال سے پہلے (اولین حملہ اختیار الدین بختیار خلجی نے 601ھ/1205ء میں کیا تھا) اس خطے میں وقف

اور اراضی کی ملکیت کے اندراج کے لیے عموماً تانبے اور دوسری دھاتوں کی تختیاں استعمال کی جاتی تھیں، پتھر کی تختیوں کا رواج نسبتاً کم تھا۔

قبروں کے کتبوں اور الواح سے بھی اہم اور قیمتی معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ بلکہ بسا اوقات کسی خاص خطے میں یہ نسلی نقلِ مکانی کا واحد معتبر ثبوت فراہم کرتےہیں۔ کیونکہ کتبے پر مرحوم شخص کا خاندانی نام ، خطابات و القاب اور خصوصاً علاقائی نسبت سے اس کے خاندان کے اصل مقام اور اس کے قبیلے کا نام، مثلاً: کابلی، شیرازی یا قاقشال (Qaqshal) وغیرہ کی نشان دہی ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں کتبے میں مرحوم کے پیشے یا سماجی مرتبے کا حوالہ بھی ہو سکتا ہے جو معاشرتی اور نسلی مطالعے کے لیے مفید ثابت ہو[19]۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس شخصیت کی مستند تاریخ وفات کا علم ہو جاتا ہے جس کے لیے کتبہ بنایا گیا ہے۔

کتبات ہر قسم کی اور ہر طرح کی عمارات پر ملتے ہیں، یعنی مساجد ، مدارس ، خانقاہیں ، مزارات، مقبرے ، قلعے ، محلات ، تالاب ، کنوئیں اور کارواں سرائے (دیکھئے نقشہ جات نمبر1، 2، 3، 4، 5 اورکتبات کا گوشوارہ) ۔ اس کے علاوہ کتبات بجائے خود اسلامی تہذیب میں سن وار تعمیر کا مستند ترین ریکارڈ بھی ہیں۔ ان سہولتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ کتبات کو کسی خاص خطے کی تعمیراتی سرگرمیوں کو سمجھنے کا اہم ذریعہ خیال کیا جا تا ہے۔ بہت سے کتبے خوبصورتی سے سجائے ہوئے پس منظر میں لگائے گئے ہیں۔ ان کے آرائشی ڈیزائن کا مطالعہ دلچسپ ہوتا ہے۔ کبھی کبھی کتبہ خود تعمیراتی زیبائش میں مرکزی کردار ادا کرتا ہے ،مثلاً: بنگال میں گوڑ کے میانہ در پر نیم دروازہ (871ھ/1466ء) ۔ اکثر یوں بھی ہوتا ہے کہ اسلامی کتبات کا اثر عمارت پر پہلی نظر پڑتے ہی محسوس ہوتا ہے۔ بیشتر کتبات کے اندراجات یہ تفصیل بھی بتا دیتے ہیں کہ عمارت کی تعمیر کن حالات میں ، کن مقاصد کے تحت اور کب ہوئی۔ خطاطی کی تختیاں عموماً مجموعی آرائشی پروگرام میں اس خوبصورتی سے سموئی ہوئی ہوتی ہیں کہ یہ نہیں لگتا کہ الگ سے ان کی پیوند کاری کی گئی ہے۔ بلکہ وہ پوری تعمیر کا ایک لازمی جزو لاینفک معلوم ہوتی ہیں۔ خصوصاً ایران (مشہد کی مسجد میر)، وسط ایشیاء (سمر قند کا گور میر کی عمارت) اور ترکی میں عثمانی عہد کی عمارتیں۔ لیکن بنگال کا معاملہ قدرے مختلف ہے۔ یہاں کتبات تعمیر کی جمالیاتی وحدت کا حصہ نہیں ہیں، بلکہ دیکھنے میں وہ اپنی جداگانہ حیثیت برقرار رکھتے ہیں۔

اسلام کی اشاعت کا مطلب عربی کی دینی اور ادبی زبان کی حیثیت سے ترویج ہے۔ بیشتر کتبات عربی زبان میں لکھے ہوئے ملتے ہیں۔ جن سے واضح اشارہ یہ ملتا ہے کہ بحیثیت مجموعی تعلیم یافتہ مسلمانوں کی ثقافتی زندگی پر اس کا گہرا اثر تھا۔ تمام مسلم ممالک میں مدارس اور دوسرے اسلامی اداروں میں عربی کی تدریس اعلیٰ پیمانے پر ہوتی تھی۔ وسطی اور جنوبی ایشیاء میں زیادہ تر فارسی چھائی ہوئی تھی۔ بنگال کے اسلامی کتبات میں دونوں زبانیں استعمال ہوئی ہیں۔ زبان ، ڈیزائن ، لے آوٹ ، موضوع، ادبی اسلوب، جمالیاتی ذوق کے حامل یہ اسلامی کتبات ،اسلام کی ازمنۂ وسطی کی غیر معمولی ثقافتی ہم آہنگی اور وحدت کے ثبوت ہیں۔

عالم اسلام کی عالمگیریت اور ثقافتی تسلسل:۔

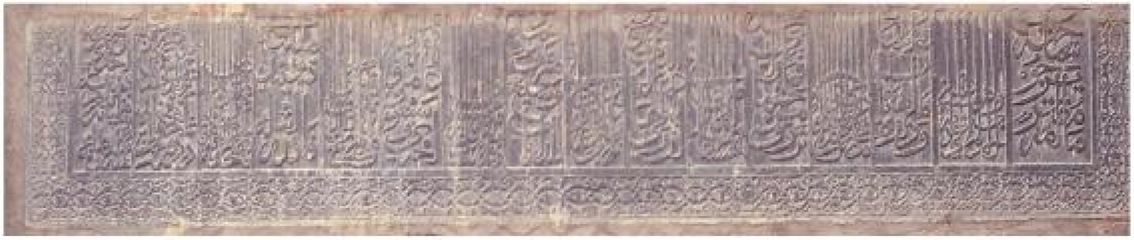

نیم دروازہ کا عربی کتبہ جس میں چند نہایت ہی نفیس عربی اشعار کے قطعات ہیں۔

بنگال کے دو انتہائی دلچسپ ، دلکش اور نادر کتبات (871ھ/ 1466ء)جو کبھی قدیم دار السلطنت گوڑ کے شاہی قلعے کے دو عظیم الشان شاہی داخلہ دروازوں ،نیم دروازہ اور چاند دروازہ،کی زینت بنے ہوئےتھے۔ ہماری خصوصی توجہ کے مستحق ہیں۔ کیونکہ یہ آٹھویں صدی ہجری / چودھویں صدی عیسوی کے ان شاندار کتبات سے گہری مماثلت رکھتے ہیں جو دنیائے اسلام کے دوسرے کونے میں غرناطہ کےقصر الحمراء پر بنے ہوئے تھے۔ گوڑ کے ان کتبات پر جو اشعار کندہ ہیں، ان کا ادبی اسلوب اور فنی ہیئت إمام بوصیری کے قصيدةالبُردة سے مشابہت رکھتا ہے۔ لیکن چونکہ ان کتبات کی عبارتوں کا مقصد ''یادگاری" تھا ، لہٰذا اشعار کےوزن میں بحر بسیط کو آخر تک برقرار نہ رکھا جا سکا۔ یہ واقعی بڑی حیرت انگیز ہے کہ دو مختلف مسلم سلطنتوں کے دار الحکومتوں، یعنی گوڑ اور غرناطہ کی شاہی یادگاروں پر ،جن کے درمیان ہزاروں میل کا فاصلہ تھا، جو کتبات لگے ہوئے تھے ان کے تصور ، اسلوب اور ڈیزائن میں زبر دست ہم آہنگی اور مماثلت ہے۔ آگے

بڑھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قصر الحمراء کا سر سری تعارف پیش کیا جائے۔

الحمراء، غرناطہ (سپین) میں اسلامی تہذیب کی یادگار عمارت ہے جو غرناطہ کی بیرونی سمت پہاڑی پر واقع ہے۔ اس کی دیواریں سرخ رنگ کی ہیں اور چکنی مٹی، چونے اور بجری سے تعمیر ہوئی ہیں۔ فن تعمیر کے لحاظ سے یہ اسلامی عہد زریں کا لافانی نمونہ ہے۔ اندرونی حصے میں پر تکلف نقش و نگار ہیں اور طغرائی گل کاری کی گئی ہے۔ ان کے اوپر کتبات ہیں،جن میں مختلف اشعار اور آیات قرآنی درج ہیں۔ محل کی تعمیر 629ھ/1232ء میں محمد بن الاحمر نے شروع کروائی۔

الحمراء میں داخل ہونے کے لیے باب العدل سے گزرنا پڑتا ہے اس کے سامنے بائیں ہاتھ پر قلعے کا منظر ہے اور دائیں طرف محل ہے جو دو وسیع دالانوں پر مشتمل ہے۔ ایک ''قاعة البركة'' کہلاتا ہے۔ دوسرا دالان ''قاعة السباع'' یعنی شیروں کا صحن، کہلاتا ہے۔ فن تعمیر کے لحاظ سے اس میں تعمیر شدہ حوض قابل ذکر ہے۔ صحن کے عین مرکز میں بارہ شیر ایک دائرے کی صورت میں ایستادہ ہیں۔ اور ایک نلکی کے ذریعے پانی ہر ایک کے منہ سے خارج ہوتا ہے۔ اسے ''شیروں کا فوارہ'' کہتے ہیں۔ اس کے قریب ''ساحة الأختين'' یعنی دو بہنوں کا ایوان اور ''ساحة بني سراج'' یعنی بنو سراج کا ایوان ہے۔ محل کے جنوب میں سلطان محمد ثالث کی تعمیر کردہ ایک بڑی مسجد ہے۔

ایک دوسرے سے ہزاروں میل فاصلہ پر واقع محلات گوڑ اور الحمرا (دونوں دارالحکومتوں کی شاہی عمارتیں/کمپلیکس) کئی برسوں کی مسلسل محنت کے بعد مختلف مقاصد کے لیے تعمیر ہوئے تھے۔ شاہی خاندان کے نجی محل ، مساجد ، ایوان عدالت ، محلات اور باغات وغیرہ کے کتبات کی عبارتوں کے لیے مقامی ہسپانوی زبان کی بجائے اعلیٰ درجے کی فصیح و بلیغ شاعرانہ عربی استعمال کی گئی ہے ۔ دونوں کے کتبات میں مذہبی، سماجی اور ثقافتی سیاق کے حوالے سے ایک اور بھی بڑی دلچسپ مطابقت ہے۔ وہ یہ کہ دونوں دار الحکومتوں کے اندر مسلمان بکثرت آباد تھے اور ان کے اطراف میں غیرمسلموں کی اکثریت تھی۔ کیا ہم اسے محض اتفاق ہی سمجھیں کہ الحمراء اور گوڑ کے کتبوں میں درج اشعار میں مشترک موضوع شاہی محل کی شان و شوکت اور پانی کی قدرتی فراہمی و سیرابی ہے؟ یقیناً دلچسپی کی بات ہے کہ غرناطہ کے قریب سے دریا ڈرّو (Darro) بہتا ہے اور الحمرا کے اندر اور باہر سنگتروں کے باغات کی آبپاشی کے لیے متعدد نہریں دریا سے نکالی گئی تھیں۔ یہی حال گوڑ کا بھی تھا، جہاں شاہی محل کے مغرب میں عظیم

دریائے گنگا کی گزر گاہ تھی۔ محل کے خوبصورت اور وسیع مرغزار میں نہریں ، تالاب اور جھیلیں بنا لی گئیں تھیں۔ جو پانی بھی با فراط فراہم کرتی تھیں اور پس منظر کو بھی دلکش بناتی تھیں۔ ان نہروں کا حوالہ چاند دروازے کے کتبے میں درج اس شعر میں بھی ملتا ہے:

چاند دروازہ کو مزین کرنے والے کتبےمیں پائے جانے والےعربی اشعار میں سے چار قطعات

نَهْرٌ جَرَىْ تَحْتَهَاْ كَالسَلسَبِيْلِ لَهُ   أَجْنَاْءُ دُرٍّ قَلَتْ بالفَقْرِ والِمحَنِ

ترجمہ: ’’ اس کے نیچے نہر بہہ رہی ہے جیسے جنت کی نہریں اور جس کے لائے ہوئے پھل سارا فقر و غم اپنے ساتھ لے جاتے ہیں"

اسی طرح نیم دروازے کے کتبے کی دوسری سطر میں درج اشعار سلطان باربک شاہ کے محل، اس کے یادگاری دروازے اور اس کے اطراف کے خوبصورت باغات کی یاد دلاتے ہیں۔ پورے کا پورا منظر ، اسلامی ، مسیحی اور یہودی مذہبی روایات اور کتب مقدسہ میں مذکور جنت عدن کے پس منظر میں دیکھیں تو یہ جنت کے باغ کا زمینی پیکر معلوم ہوتا ہے۔ غالباً جنت کے تصور کی زیادہ اثر انگیزی کے ساتھ ترجمانی چاند دروازے کے کتبے میں ہوئی ہے جس میں قرآن مجید کی اصطلاح ’’السلسبیل‘‘ کا بھی استعمال ہوا ہے۔ انڈیا کے محکمہ آثار قدیمہ نے 2002ء تا 2005 ء گوڑ کی بائیس غازی دیوار سے متصل ایک مقام

کی کھدائی کرائی تھی [20]۔ جس سے معلوم ہوا کہ نالیوں ، راجباہوں ، تالابوں اور آبراہوں کا ایک مکمل نظام کام کر رہا تھاجس کے تحت بہتے پانی کی یہ تمام گزر گاہیں عظیم الشان چوبی محل کے چاروں اطراف میں پھیلے ہوئے سرسبز باغات کوسیراب اور ایک دوسرے سےقطع کرتی ہوئی، بالآخر مغرب میں دریائے گنگا سے جا ملتی تھیں۔ مذکورہ آبی گزر گاہوں میں سے ایک نہر ایک اندرونی (خفیہ) سرنگ کے اندر سے ہوتی ہوئی اور محل کے وسط سے بڑی نفاست سے بہتی ہوئی ، بالآخر گنگا کے سامنے بنے ہوئے محل کی پشت پر ایک خوش منظر گودی سے جا ملتی تھی۔

تعجب کی بات ہے کہ قصر الحمرا کے کتبات میں درج اشعار میں باغات ، حوضوں اور فواروں کا موضوع اکثر بیان ہوا ہے۔ مثلاً قاعۃ السباع ، یعنی شیروں کے صحن، میں ایک شاندار فوارہ بھی تھا جس کی تحسین میں چند اشعار ، انہار جنت کی تشبیہ میں ، محل کے اندر بھی منقوش تھے۔ ان اشعار میں سے ایک جو عربی زبان میں ہے یہاں دیا جاتا ہے،یہ شعر و زیر لسان الدین خطیب کا تحریر کردہ ہے اور ایوان السفیر میں کندہ ہے:-

مَنْ جَاْءَنِي يَشْكُو الظَّمَاءَ فَمَوْرِدِي

صِرْفُ الزُّلالِ العَذبِ دُوْنَ مِزَاجِ

ترجمہ : ‘‘جو بھی میرے پاس تشنگی کی شکایت لے کر آتا ہے
میں اسے ٹھنڈا، شیریں ، پاکیزہ اور صاف مشروب پیش کرتا ہوں’’

اسی طرح شیروں کے فوارے پر درج ،شاعر ابن زمرک کے اشعار میں سے ایک یہ ہے جس میں یہی (جنت والی) تشبیہ استعمال ہوئی ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ الَماءَ يَجْرِي بِسَفْحِهَا

وَلكِنَّهَا أَبْدَتْ عَلَيْهِ الَمجَارِيَا

ترجمہ : ‘‘ کیا تم نے آب رواں کا بہاؤ نہیں دیکھا ،
دیکھو کس طرح اوپر سے اتر اتر کر موج پر
موج پیدا کر رہا ہے’’

ان تمام اشعار میں پانی کو فن کتبہ نگاری کے ایسے سحر طراز پہلو سے ہم کنار کر گیادیا ہے جس نے ان یادگاری کتبوں کو ایک جداگانہ اور خاص معنی پہنا دیے ہیں۔ پانی سے متعلق ابن زمرک کے دوسرے

اشعار میں بعض دوسری نوعیت کی تشبیہات پیش کی گئی ہیں، جو قصرالحمراء کے دوسرے مقامات کے کتبات پر درج ہیں: مثلاً الإبریق (جگ)، إناء الماء (صراحی)، برج الماء (پانی کا مینار) جو الحمراء کے صحن کی شان و شوکت بڑھاتا تھا ،لیکن عرصہ ہوا یہ سب کچھ غائب ہے۔ البتہ فنا ء البرکة، یعنی ''ایوانِ حوض'' اور ''جہاز کی گودی'' آج تک موجود ہیں۔ جو ہمیں اس وقت کے بہتے پانی کے حسن کی یاد دلاتی ہیں ۔ اسی طرح با ب الشریعة میں بھی یہ استعارہ مل سکتا ہے کیونکہ شریعت کا ایک معنی پینے کے پانی کا چشمہ بھی ہے۔ الحمراء کے سامنے کا صحن، جہاں سے پورے کمپلیکس کا آغاز ہوتا تھا، فناء الریحان یا ایوانِ ریحان کہلاتا تھا۔ یہاں ریحان اور نیاز بو کے خوشبو دار پودے منظر کو عِطر بیز بنائے ہوتے تھے۔ کیسی تعجب کی بات ہے کہ بنگال کے دار الحکومت گوڑ کے چاند دروازے کے بھی ایک کتبے میں لفظ'' ریحان'' موجود ہے۔ شعر یہ ہے۔

بَاْبُهُ رَاْحَةٌ لِلرُّوْحِ رَيْحَاْناً لِذِيْ الْحَبِيْبِ وَلِلأَعْدَاْءِ كَالشَّطَنِ

ترجمہ : 'یہ دروازہ راحت دیتا ہے احباب کو جس طرح ریحان روح کو آرام دیتی ہے لیکن دور اور پرے رکھتا ہے دشمنوں کو ہمیشہ کے لیے''

گوڑ کے میانہ در اور الحمراء دونوں شہروں کے کتبات سے حکمرانوں اور برسر اقتدار طبقوں کی اس بنیادی خواہش کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ خواہ کہیں بھی ہوں، کسی بھی عہد میں ہوں، وہ بے محابا اور قطعی اقتدار اور شوکت و جلالت کے طلب گار ہیں۔ نیم دروازے کے کتبے کے بالائی نصف حصے میں واقع پہلی سطر کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں کیونکہ وہ زمانے کی دست برد کی نذر ہو چکا ہے۔اور ساتھ ہی وہ دروازہ بھی عرصہ ہوا دنیا سے غائب ہوگیاہے۔ لیکن ہر شخص آسانی سے تصور کر سکتا ہے کہ کتبے میں جو اشعار درج تھے ان میں بنگال کے سلطان باربک شاہ کے اقتدار کی بے نظیر شا ن و شوکت اور اس کے عظیم الشان محل کی توصیف کی گئی ہوگی۔ چاند دروازے کے کتبے اور نیم دروازے کے باقی ماندہ کتبے میں جو اشعار اب تک موجود ہیں، وہ سلطان کی پر جلال حکمرانی اور شاہی محل کی بے مثال رونق افروزی کی تعریف و تحسین میں قصیدہ خوانی کرتے ہیں۔

گوڑ کے ان دونوں دروازوں کے کتبات کے اشعار الحمراء کے کتبات کے اشعار سے موضوع کے لحاظ سے بڑی مشابہت رکھتے ہیں ۔ مثال کے طور پر الحمراءکے ایک کتبے کے یہ اشعار دیکھیے۔

يَا ابْنَ المُلُوكِ وَأَبْنَاءَ المُلُوكِ وَمَنْ

تَعْنُوا النُجُوْمَ لَهُ قَدْراً إِذا انْتَسَبَ

إِنْ كُنْتَ شَيَّدْتَ قَصْراً لانَظِيرَ لَهُ

حَازَ الْعُلَي وَتَمَّتْ مِنْ دُونِهِ الرُّتَبُ

ترجمہ:

”اے راجاؤں کے بیٹے اور بادشاہوں کے بیٹو! تمہاری طاقت کی کیا ہی عظمت(ٹھکانا) ہے جس کے آگے ستارےاطاعت سے جھک جاتے ہیں
اس وقت جب تمہارا حسب نسب سامنے ہو
اور تم جب کوئی محل تعمیر کرتے ہو
تو دنیا میں اس کا کوئی ثانی نہیں ہوتا
وہ اتنا بلند ، اتنا بلند ہوتا ہے
کہ اس کےسامنے تمام بلندیاں پست ہو جاتی ہیں“

تقریباً یہی موضوع اس کتبے میں نظر آتا ہے جو دو شیروں کے سروں پر لگا ہوا تھا ،جن کے منہ سے الحمراء کے حوض میں پانی گرتا تھا۔ مذکورہ کتبے کے آخری اشعار یہ ہیں۔

تَبَارَكَ مَنْ أَعْطَى الإمَامَ مُحَمَّداً

مَغَانِيَ زَانَتْ بِالجَمَالِ المَغَانِيَا

وإلا فهذا الروض فيه بدائع

أَبَى اللَّهُ أَن يَلْقَي لَهَا الحُسْنَ ثَانِيَا

ترجمہ:

” مبارک ہو وہ جس نے امام محمد کو محل عطا کیا
ایسا محل کہ جمال میں دنیا کے محلات سے بڑھا ہوا،
یہی ہے وہ باغ جس میں فن کے تمام عجائبات موجود ہیں
جس کی کوئی نظیر ، خدا کرے کہیں اور نہ ہو“

اٹھارویں صدی کے آخر میں مرسوم چاند دروازہ کا ایک منظر جس کی تصویر کشی کریٹن
نے اپنی کتاب "*Ruins of Gaur*" کے لئے کی تھی۔

چاند دروازے کے کتبے میں سلطان باربک شاہ کی توصیف اس پیرائے میں کی گئی ہے کہ روئے زمین پر اس جیسا بادشاہ اور کوئی نہیں ہے۔

هل في العراقين سلطانٌ لهُ كَرَمٌ　　كباربكشاهِ وفي الشامِ والـــيمنِ

كَلاّ فما في بلادِ اللّهِ قَطٌّ لـــهُ

في البذّلِ مِثْلٌ فهذا واحدُ الزَّمَن

ترجمہ:

''کیا دونوں عراقوں (کوفہ و بصرہ) میں، یا شام ویمن میں،

باربک شاہ جیسا کوئی صاحب دل اور سخی بادشاہ ہے؟

نہیں کوئی نہیں اللہ کی زمین میں،

ایسا فیاض اور سخی، منفرد اور یکتائے روزگارکوئی نہیں ہے''

جہاں چاند دروازہ سلطنتِ گوڑ میں ایک اہم دروازہ تھا، وہاں البرج القمری (اردو میں چاند مینار کہ لیں) الحمراء میں ایک اہم تعمیراتی مینار تھا۔ ہم عالم اسلام میں جہاں علاقائی ثقافتی مظاہر میں زبردست تنوع اور گونا گونی دیکھتے ہیں، وہاں قابل ذکر ثقافتی تسلسل اور ہم آہنگی بھی دیکھتے ہیں۔ گویا کہ خیالات و افکار کی آمدو رفت اسلامی مشرق اور اسلامی مغرب کے درمیان وسیع پیمانہ پر تھی۔ اگر لفظًا نہ سہی کم ازکم روحانیت کے مفہوم میں ہے۔ اسلامی تہذیب کی اشاعت و وسعت کے ساتھ ساتھ پرانی دنیا میں عالمگیریت کا رجحان رفتہ رفتہ اور خاموشی سے بڑھتا جا رہا تھا۔

اگرچہ شاعرانہ اسالیب فارسی کتبات میں عام رواج پاگئے تھے ،خاص طور پر سولھویں صدی میں بنگا ل میں مغلوں کی آمد کے بعد، لیکن اس دور سے پہلے وہ عربی کتبات میں شاید ہی استعمال ہوتے تھے۔ یہ اشعار بادشاہ کی شان و شوکت کے ترجمان تھے۔ خواہ الحمراء کا بادشاہ ہو یا گوڑ کا، کہا جا سکتا ہے کہ ان کا ایک خاص موضوع ہوتا تھا۔ یعنی خاص عمارت کی تعمیر کے مقصد کی تشریح جس میں صرف محل ،مثلاً یادگاری دروازوں ہی کا ذکر نہ ہو، بلکہ اس کے منفرد پیش منظر و پس منظر کی بھی عکاسی کی جائے[21]۔

الحمراء اور گوڑ کے دو مختلف کتبہ نگاری کے نمونوں میں اشتراک فن کے علاوہ چند امتیازی پہلو بھی ہیں۔ مثال کے طور پر الحمراء کے کتبات آنکھ کی سیدھ میں دیواروں کی خالی جگہوں یا طاقچوں میں بنائے گئے تھے۔ فنی لحاظ سے وہ بحیثیت مجموعی عمارت کے آرائشی ڈیزائن (Design) سے پوری طرح ہم آہنگ ہیں۔ اس کے برعکس گوڑ میں نیم دروازے اور چاند دروازے ، دونوں کے کتبات نظر کی سطح سے اتنے اوپر لگائے گئے تھےکہ ان کا پڑھنا عام آدمی کےلیے بہت دشوار ہوتا تھا۔ ما سوائے اس کے کہ علاقے کے چند دانا لوگ،یعنی علماءہی خصوصی کاوش سے پڑھ سکتے ۔ دوسرا فرق دونوں شہروں کا یہ ہے کہ الحمراء کے کتبات کے شاعروں کے نام معلوم ومعروف ہیں، مثلاً: ابن زمرک ، جس نے ایوان ریحان کے اشعار موزوں کیے، ابن حبیب ،جس نے ایوان ریحان سے متصل دو بڑے ہال کمروں کے اشعار لکھے، اور و زیر لسان الدین خطیب[22]۔اس کے برعکس چاند دروازے یا نیم دروازے کے کتبوں پر درج خوبصورت اشعار تخلیق کرنے والوں کے بارے میں ہم کچھ نہیں جانتے۔ حتی کہ ہمیں ان کا نام تک معلوم نہیں۔ ایک اور فرق دونوں میں یہ ہے کہ قصر الحمراء کا اکثر حصہ سلامت ہے، جبکہ سلطنت گوڑ کے بہت کم آثار باقی رہ گئے ہیں۔

نقشہ ازمنۂ وسطیٰ کے بنگال میں مساجد کا فروغ

سوم:-

بنگالی کتبات کےاسالیب و نقوش کے مختلف دلچسپ پہلو:-

بنگال کے اسلامی کتبات میں خطّاطی کے نمونوں نے اسلوب کے سو سو رنگ دکھائے ہیں ۔ یہ تنّوع متعدد یادگاری عمارات کے زمانۂ تعمیر کا تعین کرنے میں بڑا مدد گار ثابت ہوتا ہے۔ بصورت دیگر ان کا

زمانہ طے کرنا بہت دشوار ہے۔ بنگال میں پتھر پر نقش کاری اور مجسمہ سازی و پیکر تراشی کی عظیم روایت خاندان پالا (Pala : 750Dynastyء - 1150ء) ، اور خاندان سینا (Sena Dynasty: 1095ء -1300ء) کے زمانے سے چلی آرہی تھی۔ پالا خاندان بدھ مت اور سینا خاندان ہندو مت کے مذہبی تصورات سے متأثر تھا۔ اعلیٰ درجے کی حجری نقش کاری اور مجسمہ سازی کی روایت کے باوجود فن کارروں اور ہنر مندوں نے زمانۂ قبل از اسلام میں با لعموم اپنی فنی مہارت کو آرائشی فن تحریر میں نہیں آزمایا۔

تیرھویں صدی کے اوائل میں ظہور اسلام کے ساتھ ہی سب کچھ بدل گیا۔ نقش کاری ، پیکر تراشی اور مجسمہ سازی کے فنون اگرچہ خدائی طاقت کے ذریعۂ اظہار کے طور پر علامات کی شکل اختیار کر کے دوسری روایات میں ڈھل گئے ۔ لیکن اسلامی ثقافت میں وہ کوئی خاص اہمیت یا قدرو منزلت حاصل نہ کر سکے جس کا دینی پیغام سرا سر بت پرستی کے خلاف (Aniconic) اور وحدانیت پر مبنی تھا۔ اس کی بجائے مسلمانوں نے اپنے فنی ذوق و شوق کے اظہار کے لیے دوسرے ذرائع دریافت کیے اور فن خطاطی ان کے لیے بہترین ذریعہ اظہار ثابت ہوا۔ چنانچہ مسلمانوں کی فتح بنگال (1205ء) کے بعد خطاطی نے اس خطے میں ایک با لکل نیا کردار ادا کیا۔ بنگالی فنکاروں نے اپنی حجری نقش کاری کی مہارتوں کا رخ خطاطی کی طرف موڑ دیا۔ اور پتھر ہی میں اسلامی خطاطی کے انتہائی حیرت انگیز نمونے تخلیق کیے۔ جن میں سے کچھ آج تک صحیح سلامت موجود ہیں۔ یہ کتبات بجائے خود تاریخی فنی معلومات کا اچھا ماخذ ہیں۔

لکشمن سین کا یہ بنگلہ کتبہ حال ہی میں ضلع چپائی نواب گنج کے گاؤں بگماری سے دریافت ہوا ہے

زمانۂ قبل از اسلام کے کتبات ،سنسکرت اور بنگلہ زبان میں زیادہ تر کندہ کاری (Incise) کے نمونے ہیں۔ یعنی پتھر کی سطح کھود کر اس پر عبارت لکھی گئی ہے۔ جبکہ بنگال میں عربی اور فارسی کتبات بالعموم مُنبَّت کاری کی صورت میں ہیں، یعنی پتھر کی سطح اطراف سے کھود کر الفاظ ابھارے گئے ہیں (Relief/Raised form)۔ کندہ کاری کی صورت (Incised form) میں اسلامی کتبہ غالباً آج تک بنگال میں دریافت نہیں ہوا۔ حیرت ہوتی ہے کہ مصوری، فن تعمیر اور اسلامی کتبات کا اتنا شاندار ورثہ ہمارے لیے چھوڑنے والے محرر، خطاط ، فن کار اورصاحب ہنر کہاں سے آگئے تھے۔ بیشتر محرروں اور خطاطوں کا اصل وطن تو جیسا کہ کتبات سے ظاہر ہوتا ہے ایران اور وسط ایشیا تھا۔ پتھر پر کندہ کاری کرنے والے معمار ، ہنر ور اور کاریگر مقامی طور پر بھی بھرتی کر لیے گئے تھے۔ مصوری اور فن تعمیر کی سرگرمیاں باہمی میل جول کا تقاضا کرتی ہیں، جس کے تحت مسلمانوں اور غیر مسلمانوں میں ربط و ضبط بڑھ گیا۔ جہاں تک اسلامی کتبات کا تعلق ہے، تو اس کے سر پرست یعنی سلاطین یا امرائے درباراس کام کا حکم دیا کرتے تھے۔ علما ء عبارت لکھتے تھے اور خطاط پتھر کی تختی کے سائز اور سطح کے مطابق عبارت کا نقشہ (Design & Layout)تیار کرتے تھے[23]۔ پھر کندہ کار چار کول سے یا پتھر پر چھوٹے چھوٹے نقطوں کے

نشان لگا کر خاکہ تیار کرتا تھا۔ خطاطی کا مرحلہ طے ہونے پر ایک انتہائی ماہر سنگ تراش تختی کی سطح کو باریک باریک چھینیوں سے اس طرح کھودتا تھا کہ لفظ ابھر جاتا تھا اور اس کے اردگرد کی جگہیں خالی رہ جاتی تھیں۔ جس کام کا حکم دیا جاتا تھا،ضروری نہیں کہ وہ ہمیشہ ہی مکمل ہوپاتا تھا۔ یہاں ایسی حجری لوحات ملی ہیں کہ ان پر خطاط نے خاکے بنا رکھے ہیں۔ لیکن سنگ تراشی کا عمل مکمل نہ ہوا۔ ظاہر ہے کہ اس کی کوئی نہ کوئی غیر معمولی وجہ ہو گی[24]۔ ہوسکتا ہے بقیہ مکمل ہونے سے پہلے ہی حکومت کا تختہ الٹ گیا ہو۔ اکثر کتبات پر اگرچہ آیات قرآنی اور احادیث نبوی □ درج پائی جاتی ہیں، لیکن اس امر کی کوئی شہادت موجود نہیں کہ غیر مسلم سنگ تراشوں کو اس کام سے منع کیا گیا ہو۔

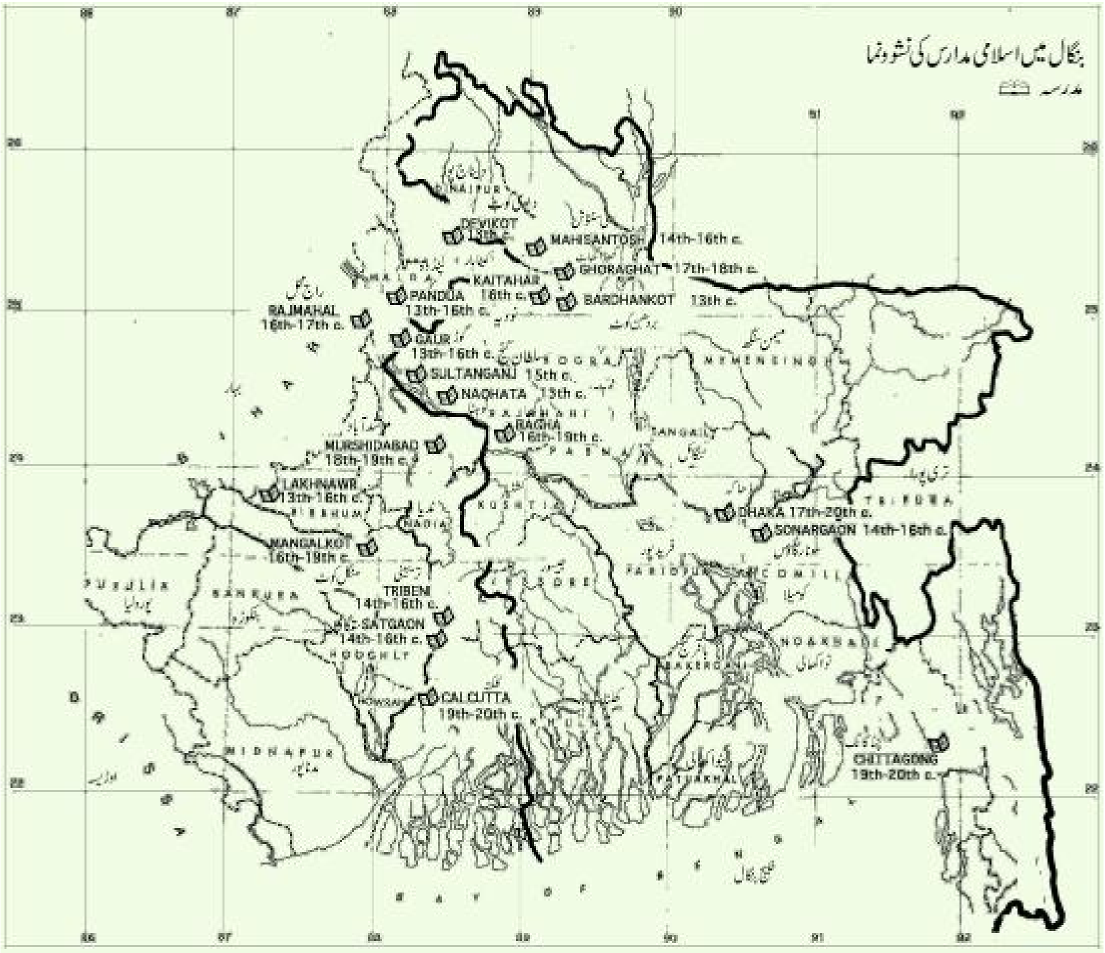

بنگالی کتبات کی گونا گونی:-

اسلامی دنیا کے کتبوں سے ہمیں ایک خاص وقت میں ایک خاص مقام کے سنگ تراشوں اور نقاشوں کی اہلیت و قابلیت کا اندازہ ہو سکتا ہے[25]۔ کتبوں کے لیے کس قسم کا پتھر کا استعمال ہوا، اس سے بھی اس عہد کے پتھروں کی تجارت کے بارے میں دلچسپ شواہد مل سکتے ہیں۔ بنگال کےبیشتر کتبات کے لیے سنگ سیاہ (بسالٹ/Black basalt) استعمال کیا گیا۔ چونکہ بنگال کے وسطی علاقے میں سنگ سیاہ کی قلت تھی۔ اس لیے آس پاس کے علاقوں بالخصوص بہار کے علاقے راج محل سے منگوایا جاتا تھا۔ پتھر کمیاب اور قیمتی ہونے کی صورت میں اسے ایک سے زیادہ مرتبہ استعمال کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ پتھر کی ایسی تختیاں بھی دستیاب ہوئیں ہیں جن کی دونوں طرف کتبے لکھے ہوئے ہیں۔ جن کا تعلق مختلف ادوار سے ہے ۔ اس کی ایک اچھی مثال سیان سے دستیاب ہونے والی پتھر کی وہ تختی ہے، جس کے ایک طرف عربی زبان میں لکھا ہوا کتبہ (618ھ/1221ء) ہے ۔اور اسی تختی کی دوسری طرف اس سے پچھلے زمانے کا سنسکرت میں لکھا ہوا کتبہ ہے جو بالکل محفوظ ہے[26]۔ کبھی کبھی پتھر کی تختیاں تباہ شدہ اور ویران عمارتوں سے برآمد کی گئیں اور ان کے اصل آرائشی حصوں کو زائل کئے بغیر انہیں دوبارہ کار آمد بنا لیا گیا۔ بنگال کی بعض تختیوں میں ہندو دیو مالا کی بھی شکلیں ہیں، جس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ یہ تختیاں تباہ شدہ مندروں اور خستہ حال دھرم شالاؤں کے کھنڈروں سے حاصل کی گئی تھیں۔ اس میں کوئی بد نیتی شامل نہیں تھی بلکہ اچھا اور مفید کام سمجھ کر یہ تختیاں حاصل کر کے محفوظ کی گئیں حتٰی کہ مساجد کی تعمیر میں بسا اوقات کسی پرانی عمارت کا ملبہ استعمال کیا گیا [27]، جو بعض صورتوں میں عمارت کے پرانے مالکان سے باقاعدہ خریدا گیا تھا۔

اگرچہ کتبات یاد گاری مقاصدکے لیے لکھوائے جاتے تھے، لیکن جگہ کی کمی کی وجہ سے زیادہ عبارت آرائی اور خطابت و فصاحت کی اس میں کوئی خاص گنجائش نہ رہتی تھی۔ لہٰذا کتبات کے پیغام میں واقعات کا پر تکلف بیان نہ ہوتا تھا۔ اس وجہ سے بھی کتبات کو دستاویز بندی کا ایک اہم ،معتبر اور بنیادی ذریعہ خیال کیا جاتا ہے۔ جو کتبات عربی زبان میں ہیں وہ عربی کی قدیم خطاطی کے طرز و اسلوب معلوم کرنے میں خاصے مدد گار ثابت ہوتے ہیں۔ بنگال کے کتبات کی عبارت پر خطاط کا نام بہت کم نظر آتا ہے۔ اس سے ماضی کے اسلامی معاشروں

کی ثقافتی اقدار کا پتا چلتا ہے۔ جہاں فن پارے کی تخلیق، کسی ایک فرد کی بجائے جو اس کی بنیاد پر شہرت عامہ حاصل کرنا چاہے، پوری امت مسلمہ کے معاشرتی اظہار خیال کا وسیلہ سمجھا جاتا تھا۔

سنسکر ت کتبوں سے بالعموم جنوبی ایشیا کے زمانہ قدیم کے اکثر غیر مسلم حکمران خاندانوں کے بارے میں بنیادی تاریخی معلومات فراہم ہو جاتی ہیں لیکن مسلمان حکمرانوں کے بارے میں یہ صورت حال نہیں ہے۔ اسلامی روایت یہ رہی ہے کہ تاریخی واقعات عموماً وقائع نگاری ،روزنامچوں کی صورت میں کاغذ پر تحریراً محفوظ کر لیے جاتے تھے۔ لیکن تاریخ نویسی کا یہ طریقہ تمام خِطوّں میں اختیار نہیں کیا گیا۔علاوہ ازیں آفات کی وجہ سے بعض خِطوّں میں دستاویزات کی حفاظت دشوار ہو گئی۔ یہ بات خاص طور پر مغل دور سے پہلے کے بنگال (1205 - 1538) پر صادق آتی ہے، یہاں یا تو وقائع نگاری کا رواج عام نہ تھا یا وہ دستاویزات تلف ہوگئیں۔

کتبات نے مسلم بنگال کی ابتدائی تاریخ کے بہت سے خلا پر کر دیے ہیں۔ کتبات نہ ہوتے تو بہت سے واقعات اندھیرے میں رہ جاتے ۔ البتہ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ فارسی یا عربی کتبات کے متن اتنے طویل نہیں ہیں جتنے کہ سنسکرت کے ہیں۔ فارسی وعربی کتبات کے نسبتاً بڑا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان زبانوں کی خطاطی کو سنسکرت کے مقابلے میں زیادہ جگہ چاہیے۔ بنگال کے پالا اور سینا خاندانوں کے سنسکرت کتبے کے متن اتنے طویل ہیں کہ ان میں حکمرانوں کا پورا شجرۂ نسب سمویا ہوا ہے۔ ایک اور وجہ یہ ہے کہ پالا اور سینا حکمران پتھر کی تختیوں کے علاوہ تانبے اور کانسی کی تختیاں بھی استعمال کرتے تھے۔ جبکہ مسلمان زیادہ یادگاراثر آفرینی کے لیے صرف پتھرکی تختیاں استعمال کرتے تھے[28]۔ علاوہ ازیں سنسکرت کے حروف عربی و فارسی حروف کے مقابلے میں چھوٹے اور تنگ ہیں اور کتابت میں الفاظ کا بین السطور بھی کم ہوتا ہے۔ ایک اور اہم اور قابل ذکر بات یہ کہ سنسکرت کے ساتھ ساتھ بیک وقت دو زبانوں میں لکھے ہوئے کتبے پا ئے گئے ہیں، مثلاً عربی و فارسی،عربی و سنسکرت یا فارسی و سنسکرت ۔ ان کا تعلق بنگال کے مسلم حکمران خاندانوں سے ہے(جس کی ایک مثال نیاباڑی کا کتبہ ہے، 1003ھ/1595ء) لیکن ایسے کتبےتعداد میں بہت کم ہیں۔

نقشہ پنجم:۔ ازمنۂ وسطی کے بنگال میں قدیم حج کے راستے ، خانقاہیں اور صوفی سلسلوں کا فروغ

خلاصۂ کلام:۔

اسلامی کتبات مؤرخین کے لیے انتہائی اہم اور ناگزیر ذریعہ معلومات ہیں۔ یہ اسلامی ثقافتی میراث کا امتیازی حصہ ہیں۔ مختلف خطوں اور علاقوں میں اسلام کی ابتدائی اشاعت کے بارے میں معلومات کی فراہمی کا سر چشمہ ہیں۔ یہ کتبات تاریخ کے مختلف ادوار میں مذہبی و

تمدنی عوامل پر تازہ روشنی کا قابل قدر ذریعہ ہیں۔ مثال کے طور پر سر زمین بنگال میں استحکام اسلام کی طویل اور پیچیدہ تاریخ کو سمجھنے میں اسلامی کتبات سے مدد ملتی ہے۔ جبکہ یہ خطہ باقی عالم اسلام سے جغرافیائی طور پر الگ تھلگ رہنے کے باوجود ایک مستحکم اسلامی تشخص رکھتا ہے۔ علم کتبہ شناسی سے ہمیں اپنے پرانے خیالات میں ترمیم کرنے کا موقع ملتا ہے۔ نئے نئے تازہ انکشافات سامنے آتے ہیں۔ جن سے اس علاقے کی تاریخ کوسمجھنے میں اضافہ ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ اسلامی کتبات ہر خطے میں اپنے فنی اظہار اور ادبی اسلوب کے اعتبار سے دوسرے خطوں سے قدرے مختلف ہوتے ہیں۔ لیکن ان تمام کتبوں میں پیغامات کی نوعیت ایک ہی ہوتی ہے۔ متعدد جداگانہ اور منفرد و ممیز ثقافتی خصوصیات کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ پیغام ایک ہی ہے، کثرت میں وحدت کا پیغام، جو پوری تاریخ کے دوران میں اسلامی تہذیب کاطرّۂ امتیاز رہاہے۔

ضمیمہ

بنگال میں اسلامی کتبات کا گوشوارہ (1205 – 1707)

A Table of the Islamic Inscriptions of Bengal (1205-1707)

	کتبہ کا نام/جائے دریافت/ جائے اصل	حاکم	سنہ	طرز عمارت
1	پُل، سلطان گنج، چپائی نواب گنج	علاؤ الدین علی مردان خلجی	-1213 1210	پُل
2	خانقاہ، سیان، بیربھوم،مغربی بنگال	غیاث الدین عوض	1221	خانقاہ
3	مسجد و مدرسہ، نوہاٹہ، راجشاہی	بلکا خان خلجی	-1230 1229	مدرسہ
4	مذہبی عمارات ، بڑی درگاہ، بہار	ابو الفتح طغرل	1242	خانقاہ
5	مذہبی عمارت، گنگارام پور، مالدہ	ملک جلال الدین مسعود جانی	1249	خانقاہ
6	خانقاہ، ستالمٹہ، نوگاں	ابو الفتح یزبک السلطانی	1254	خانقاہ
7	خانقاہ، بارہ دری ، بہار	تاتار خان	1265	خانقاہ

8	قلعہ، مہیشوارا، مونگھیر، بہار	رُکن الدین کیکاؤس شاہ	1293	قلعہ
9	جامع مسجد، لکھی سرائے، مونگھیر، بہار	رُکن الدین کیکاؤس شاہ	1297	جامع مسجد
10	مسجد، دیویکوٹ، دِیناجپور	رُکن الدین کیکاؤس شاہ	1297	مسجد
11	مذہبی عمارات، کاگل، بہار	رُکن الدین کیکاؤس شاہ	1297	مذہبی عمارات
12	مدرسہ، ظفر خان مسجد،تریبینی، ہوگلی	رُکن الدین کیکاؤس شاہ	1298	مدرسہ
13	خانقاہ، مہاستھانگڑہ، بوگڑا	رُکن الدین کیکاؤس شاہ	1300	خانقاہ
14	خانقاہ ، سلہٹ	حسین شاہ	1512	خانقاہ
15	محل حاتم خان ، بہار شریف، بہار	شمس الدین فیروزشاہ	1307	مذہبی عمارات
16	مدرسہ دارالخیرات، تریبینی، ہوگلی	شمس الدین فیروز شاہ	1313	مدرسہ
17	مسجد، محل حاتم خان، بہار شریف، بہار	شمس الدین فیروز شاہ	1315	مسجد
18	ٹکسال، وزیربیلڈنگا، چپائی نواب گنج	سلطان بہادر شاہ	1333-1322	ٹکسال
19	مسجد شیخ علاؤ الحق، بانیہ پوکر ، کلکتہ	سلطان الیاس شاہ	1342	مسجد
20	گنبد، عطا شاہ خانقاہ، دیوی کوٹ، دیناجپور	سلطان سکندر شاہ	1363	خانقاہ
21	مسجد، چمپانگر، بہار	سلطان سکندر شاہ	1367	مسجد
22	ادینہ مسجد،حضرت پنڈوہ، مغربی بنگال	سلطان سکندر شاہ	1374	جامع مسجد
23	ادینہ مسجد، مرکزی محراب کے اوپر	سلطان سکندر شاہ	غیر مؤرخہ	جامع مسجد

24	ادینہ مسجد کے بالائی تلے پر قبلہ کی دیوار میں واقع چوبیسواں محراب (جنوبی طرف سے)	سلطان سکندر شاہ	غیر مؤرخہ	جامع مسجد
25	ادینہ مسجد کے بالائی منزل میں تیئسواں محراب	سلطان سکندر شاہ	غیر مؤرخہ	جامع مسجد
26	ادینہ مسجد کے بالائی منزل میں بائیسواں محراب	سلطان سکندر شاہ	غیر مؤرخہ	جامع مسجد
27	مسجد، ملا سملا، ہوگلی	سلطان سکندر شاہ	1375	مسجد
28	یادگاری کتبہ آسام	سلطان اعظم شاہ	1410-1390	غیرمعلوم عمارات
29	پنڈوہ کی ایک نامعلوم سلطانی مسجد کا کتبہ	جلال الدین محمد شاہ	1432	مسجد
30	مسجدومدرسہ، سلطان گنج، راجشاہی	جلال الدین محمد شاہ	1432	مدرسہ
31	مسجد، مندرا، ڈھاکہ	جلال الدین محمد شاہ	1433	مسجد
32	یادگاری کتبہ ،معظم پور، ڈھاکہ	شمس الدین احمد شاہ	1436-1432	غیر معلوم عمارات
33	گوڑ کی ایک نامعلوم مسجد کا یادگاری کتبہ جو شیب گنج میں غازی پیر کے مزار میں پایا گیا	شمس الدین احمد شاہ	1441	مسجد
34	چلہ خانہ، حضرت پنڈوہ، مالدہ	سلطان محمود شاہ	1443	مسجد
35	گوڑ کی ایک مذہبی عمارت کا یادگاری کتبہ	سلطان محمود شاہ	1443	غیر معلوم عمارات
36	مسجد، بالیا گھاٹا، جنگی پور، مرشد آباد	سلطان محمود شاہ	1443	مسجد
37	مسجد، بالیا گھاٹا، جنگی پور، مرشد آباد	سلطان محمود شاہ	1443	مسجد
38	مسجد، مندا روگا، بھاگلپور، بہار	سلطان محمود شاہ	1446	مسجد

39	پل، کوہن کا باغ، بھاگلپور، بہار	سلطان محمود شاہ	1450	پل
40	جامع مسجد، باڑا، بیربھوم	سلطان محمود شاہ	1450	جامع مسجد
41	جامع مسجد، گھاگرا، میمن سنگھ	سلطان محمود شاہ	1452	جامع مسجد
42	مدرسہ و مسجد، نبہ گرام، پبنہ	سلطان محمود شاہ	1454	مدرسہ و مسجد
43	مسجد، مغل ٹولی، مالدہ	سلطان محمود شاہ	1455	مسجد
44	مسجد، تریبینی، ہوگلی	سلطان باربک شاہ	1455	مسجد
45	مسجد، ستگاؤں، ہوگلی	سلطان محمود شاہ	1456	مسجد
46	مسجد، نرایاندیا، ڈھاکہ	سلطان محمود شاہ	1457	مسجد
47	کوتوالی دروازہ کے قریب کا پل، گوڑ، مالدہ	سلطان محمود شاہ	1457	پل
48	جامع مسجد کا دروازہ ،نسوا گلی، ڈھاکہ	سلطان محمود شاہ	1459	جامع مسجد
49	مقبرہ خان جہاں، باگیر ہاٹ	سلطان محمود شاہ	1459	خانقاہ
50	نورقطب العالم کا مقبرہ ، پنڈوہ	سلطان محمود شاہ	1459	خانقاہ
51	گوڑ کی ایک مسجد	سلطان محمود شاہ	1459	مسجد
52	گوڑ کا ایک غیر مؤرخہ پل	سلطان محمود شاہ	-1460 1437	پل
53	مسجد، باڑا، بالنگر، بیربھوم	سلطان باربک شاہ	1460	مسجد
54	مسجد، ماہی سنتوش، نوگاں	سلطان باربک شاہ	1460	مسجد
55	مسجد، گوڑ	سلطان باربک شاہ	1460	مسجد
56	مسجدچہل غازی، دیناجپور	سلطان باربک شاہ	1460	مسجد
57	ایک نامعلوم مسجد، ماہی سینتوش	سلطان باربک شاہ	1463	مسجد
58	مسجد، ہٹکھولا، سلہٹ	سلطان باربک شاہ	1463	مسجد
59	مسجد، دیوتلا، دیناجپور	سلطان باربک شاہ	1464	جامع مسجد
60	مسجد، غیبی دیگھی، سلہٹ	سلطان باربک شاہ	1464	مسجد
61	مسجد، پیرل، ڈھاکہ	سلطان باربک شاہ	1465	مسجد
62	مسجد، فیروزپور، گوڑ	سلطان باربک شاہ	1465	مسجد
63	مسجد، گورائی، میمن سنگھ	سلطان باربک شاہ	1467	مسجد

64	گوڑ کے سلطانی قلعہ میں واقع میانہ در کا نیم دروازہ	سلطان باربک شاہ	1467	دروازہ
65	گوڑ کے سلطانی قلعہ میں واقع میانہ در کا چاند روازہ	سلطان باربک شاہ	1467	دروازہ
66	سالک مسجد، بشیر ہاٹ، چوبیس پرگنہ	سلطان باربک شاہ	1467	مسجد
67	باربک شاہ کے دور کی مسجد، ٹنگائیل	سلطان باربک شاہ	1467	مسجد
68	ایک نامعلوم سلطانی مسجد کا کتبہ جواب دیناجپور میوزیم میں محفوظ ہے	سلطان باربک شاہ	1470	مسجد
69	مسجد، بیانگ، بریسال	سلطان باربک شاہ	1471	مسجد
70	مسجد، ماہی سنتوش، نوگاں	سلطان باربک شاہ	1472	مسجد
71	ایک نامعلوم سلطانی مسجد کا کتبہ جو اب ہاروگرام نامی گاؤں کی مسجد میں محفوظ ہے	سلطان باربک شاہ	1473	مسجد
72	مسجد، ہاٹ ہزاری، چٹا گانگ	سلطان باربک شاہ	1473	مسجد
73	مسجد، کالنا، بردوان	سلطان باربک شاہ	1474	مسجد
74	ایک نامعلوم تاریخی عمارت، غازی پور، اتر پردیش	سلطان باربک شاہ	غیر مؤرخہ	غیرمعلوم عمارات
75	مسجد، دیوتلا، دیناجپور	سلطان باربک شاہ	غیر معلوم	مسجد
76	ایک نامعلوم سلطانی مسجد کا کتبہ، ہاروگرام گاؤں، مالدہ	سلطان یوسف شاہ	1474	مسجد
77	فقیر کی مسجد، شنک موہن، مالدہ	سلطان یوسف شاہ	غیر معلوم	مسجد
78	گوڑ کی ایک نامعلوم سلطانی مسجد کا کتبہ	سلطان یوسف شاہ	1474	مسجد
79	مسجد، سلطان گنج، راج شاہی	سلطان یوسف شاہ	1474	مسجد
80	مسجد، پرویا، مالدہ	سلطان یوسف شاہ	1475	مسجد
81	مسجد، گائی گھر، سلہٹ	سلطان یوسف شاہ	1476	مسجد
82	مسجد، ہوگلی، پنڈوہ	سلطان یوسف شاہ	1477	مسجد

83	مسجد، گوڑ، مالدہ	سلطان یوسف شاہ	1477	جامع مسجد
84	مسجد، ٹلاپاڑا، سلہٹ	سلطان یوسف شاہ	1479	مسجد
85	مسجد، حضرت پنڈوہ، مغربی بنگال	سلطان یوسف شاہ	1479	مسجد
86	سلہٹ میں شاہ جلال کے مزار میں موجود ایک نامعلوم مسجد کا کتبہ	سلطان یوسف شاہ	1479	جامع مسجد
87	درس باڑی مسجد اور مدرسہ، عمرپور، گوڑ	سلطان یوسف شاہ	1479	/مدرسہ مسجد
88	سونا مسجد، پنڈوہ، مالدہ	سلطان یوسف شاہ	1480	مسجد
89	تانتی پاڑہ مسجد، گوڑ	سلطان یوسف شاہ	1481	مسجد
90	خانقاہ، میرپور، ڈھاکہ	سلطان یوسف شاہ	1480	مسجد خانقاہ/
91	فقیر کی مسجد، ہاٹ ہزاری، چٹا گانگ	سلطان یوسف شاہ	-1481 1474	مسجد
92	گوڑ کے نزدیک بوامالوتی کے مزار میں پائی گئی مسجد کا کتبہ	سلطان یوسف شاہ	تاریخ والا حصہ ٹوٹا ہوا ہے	جامع مسجد
93	مسجد، بندر، ڈھاکہ	سلطان فتح شاہ	1481	مسجد
94	مسجد، پٹھان ٹولہ، ڈھاکہ	سلطان فتح شاہ	1482	مسجد
95	خانقاہ، گوڑ، مالدہ	سلطان فتح شاہ	1482	خانقاہ
96	آدم شہید مسجد، رامپال، ڈھاکہ	سلطان فتح شاہ	1483	جامع مسجد
97	مسجدومدرسہ، سونار گاؤں، ڈھاکہ	سلطان فتح شاہ	1483	مدرسہ /مسجد/
98	گنمنت مسجد، گوڑ، مالدہ	سلطان فتح شاہ	1484	مسجد
99	مسجد، گوڑ، مالدہ	سلطان فتح شاہ / فیروز شاہ	1484	مسجد
100	مسجد، پیرول، دیناجپور	سلطان فتح شاہ	1484	مسجد
101	چلا مسجد، گوڑ، مالدہ	سلطان فتح شاہ	1486	مسجد
102	مسجد، مہدی پور ،گوڑ، مالدہ	سلطان فتح شاہ	1486	مسجد

103	مسجد، روہنپور، ضلع چپائی نواب گنج	سلطان فتح شاہ	1487	مسجد
104	مسجد، ستگاؤں، ہوگلی	سلطان فتح شاہ	1487	مسجد
105	گوڑ میں ایک مسجد کا وقف کا کتبہ	سلطان سیف الدین فیروز شاہ	1487	مسجد
106	مسجد، گاؤں چپائی مہیش پور، ضلع چپائی نواب گنج	سلطان سیف الدین فیروز شاہ	1487	مسجد
107	گڑھ جریپا میں ایک دروازے کا کتبہ، بردھمان	سلطان سیف الدین فیروز شاہ	1487	دروازہ
108	عقالیہ مسجد، عقالیہ گاؤں، سلہٹ	سلطان سیف الدین فیروز شاہ	1489	مسجد
109	گوامالتی، گوڑ، مالدہ	سلطان سیف الدین فیروز شاہ	غیر معلوم	مسجد
110	مسجد، کالنا، ضلع بردھمان	سلطان سیف الدین فیروز شاہ	1489	مسجد
111	فیروز مینار، گوامالتی، گوڑ	سلطان سیف الدین فیروز شاہ	غیر مؤرخہ	مینار فتح
112	مسجد، چونا کھالی، مرشدآباد	سلطان سیف الدین فیروز شاہ	1490	مسجد
113	مسجد، دیوی کوٹ، دیناجپور	شمس الدین مظفر شاہ	1490	مسجد
114	مسجد، چمپانگر، بہار	شمس الدین مظفر شاہ	1491	مسجد
115	گوڑ میں ایک سلطانی مسجد کا یادگاری کتبہ	شمس الدین مظفر شاہ	1491	مسجد
116	مسجد، کالنا، بردھمان	شمس الدین مظفر شاہ	-1492 1491	مسجد
117	جامع مسجد، چپائی نواب گنج، گوڑ	شمس الدین مظفر شاہ	1492	جامع مسجد
118	چلہ خانہ، حضرت پنڈوہ، مالدہ	شمس الدین مظفر شاہ	1493	خانقاہ

119	موگرا پارا جامع مسجد کا شمالی محراب، یوسف گنج گاؤں، سونارگاؤں	علاؤالدین حسین شاہ	1493	مسجد
120	مسجد، دیپارا، ہوگلی	علاؤ الدین حسین شاہ	1494	مسجد
121	مسجد، چالیسپاڑا، مالدہ	علاؤ الدین حسین شاہ	1 4 9 4	مسجد
122	دروازہ، گوڑ، مالدہ	علاؤ الدین حسین شاہ	1495	درازہ
123	پھوٹی مسجد، پرانا مالدہ، مغربی بنگال	علاؤ الدین حسین شاہ	1495	مسجد
124	گوڑ کا ایک نامعلوم مسجد کا کتبہ جو کہ اب مہدی پور گاؤں کی مینار والی مسجد میں نصب شدہ ہے	علاؤ الدین حسین شاہ	1495	مسجد
125	مسجد، خیرول، مرشد آباد	علاؤ الدین حسین شاہ	1495	مسجد
126	مسجد، خیرول، مرشد آباد	علاؤ الدین حسین شاہ	1495	مسجد
127	سواتا، بنیادی بردھمان پتھر،	علاؤ الدین حسین شاہ	1496	مذہبی عمارات
128	ایک مذہبی ادارہ، سواتا، بردھمان	علاؤ الدین حسین شاہ	1496	مذہبی عمارات
129	شاہ نفع درگاہ کا گنبد، بہار	علاؤ الدین حسین شاہ	1497	مقبرہ یا خانقاہ کا ایک گنبد
130	باروگھوریبا کی ایک مسجد، چپائی نواب گنج	علاؤ الدین حسین شاہ	1498	مسجد
131	مسجد، کوسمبا، نوگاں	علاؤ الدین حسین شاہ	1498	مسجد
132	مسجد، مارگرام، مرشد آباد	علاؤ الدین حسین شاہ	1499	مسجد

133	ایک تاریخی دروازہ، ماندران، ہوگلی	علاؤ الدین حسین شاہ	1499	دروازہ
134	مسجد، محلباڑی کے کھنڈرات، مہیش پور گاؤں، ضلع دیناجپور	علاؤ الدین حسین شاہ	1500	مسجد
135	بابر گرام مسجد، مرشد آباد	علاؤ الدین حسین شاہ	1500	مسجد
136	جامع مسجد، گوڑ، مالدہ	علاؤ الدین حسین شاہ	1500	جامع مسجد
137	مسجد، اسماعیل پور گاؤں، ضلع اعظم گڑھ	علاؤ الدین حسین شاہ	1501	مسجد
138	ایک غیر معلوم حسین شاہی مسجدکا دروازہ	علاؤ الدین حسین شاہ	1501	مسجد کا ایک دروازہ
139	جامع مسجد، مچین ،ضلع مانک گنج	علاؤ الدین حسین شاہ	1501	جامع مسجد
140	مسجد، بھاگلپور، بہار	علاؤ الدین حسین شاہ	1502	مسجد
141	بیلباڑی مدرسہ،فیروز پور، گوڑ	علاؤ الدین حسین شاہ	1502	مدرسہ
142	مسجد، دھاموریا، کھلنا	علاؤ الدین حسین شاہ	1502	مسجد
143	جامع مسجد، بونہارا، بہار	علاؤ الدین حسین شاہ	1503	جامع مسجد
144	مسجد، سواتا، بردھمان	علاؤ الدین حسین شاہ	1503	مسجد اور اس کا دروازہ
145	ایک تاریخی دروازہ، مقبرہ قدم رسول، گوڑ، مالدہ	علاؤ الدین حسین شاہ	1503	خانقاہ کا ایک دروازہ
146	مدرسہ، فیروزپور، گوڑ، مالدہ	علاؤ الدین حسین شاہ	1503	مدرسہ
147	جامع مسجد، سوتی، مرشد آباد	علاؤ الدین حسین شاہ	1503	جامع مسجد

148	جامع مسجد، چیراند ، بہار	علاؤ الدین حسین شاہ	1503	جامع مسجد
149	مسجد، انڈین میوزیم ، کلکتہ	علاؤ الدین حسین شاہ	1503	مسجد
150	جامع مسجد، نارہن، بہار	علاؤ الدین حسین شاہ	1503	جامع مسجد
151	مسجد، اعظم نگر، ڈھاکہ	علاؤ الدین حسین شاہ	1504	مسجد
152	مسجد، گوڑ، مالدہ	علاؤ الدین حسین شاہ	1504	مسجد
153	کوسمبا مسجد، ماندا تھانہ، ضلع نوگاں	علاؤ الدین حسین شاہ	1504	مسجد
154	مسجد، چمپاتلی، دیناجپور	علاؤ الدین حسین شاہ	1504	مسجد
155	فوارہ، گوڑ، مالدہ	علاؤ الدین حسین شاہ	1504	فوارہ
156	دروازہ ،گوامالتی، گوڑ	علاؤ الدین حسین شاہ	1505	دروازہ
157	دروازہ، خانقاہ، گوڑ، مالدہ	علاؤ الدین حسین شاہ	1505	خانقاہ کا ایک دروازہ
158	دروازہ، گیلا باڑی، گوڑ	علاؤ الدین حسین شاہ	1505	دروازہ
159	فوارہ، گوڑ، مالدہ	علاؤ الدین حسین شاہ	1505	فوارہ
160	جامع مسجد،مغل ٹلی، گوڑ، مالدہ	علاؤ الدین حسین شاہ	1505	جامع مسجد
161	خانقاہ دارالاحسان، سلہٹ	علاؤ الدین حسین شاہ	1505	خانقاہ
162	دروازہ جامع مسجد،جھلی، مرشدآباد	علاؤ الدین حسین شاہ	1505	جامع مسجد کا ایک دوازہ
163	بابا صالح مسجد، بندر، ڈھاکہ	علاؤ الدین حسین شاہ	1505	مسجد

164	تدفینی لوحہ، مقبرہ حاجی بابا صالح، سونارگاؤں، ڈھاکہ	علاؤ الدین حسین شاہ	1506	لوح قبر
165	مالدہ کی ایک نئی مسجد میں نصب شدہ ایک پرانا تاریخی کتبہ	علاؤ الدین حسین شاہ	1506	مسجد
166	مسجد، چھوٹا جمبوریا گاؤں، چپائی نواب گنج	علاؤ الدین حسین شاہ	1506	مسجد
167	جامع مسجد، اولیپور، رنگپور	علاؤ الدین حسین شاہ	1506	جامع مسجد
168	مسجد، ماہی سنتوش، دیناجپور	علاؤ الدین حسین شاہ	1507	مسجد
169	پل پر نصب شدہ تاریخی کتبہ، تریبینی، ہوگلی	علاؤ الدین حسین شاہ	1507	پل
170	ظفر خان مسجد،تریبینی، ہوگلی	علاؤ الدین حسین شاہ	1507	جامع مسجد
171	تدفینی لوحہ، مقبرہ، بابا آدم کاشمیری، عطیہ، ٹنگائیل	علاؤ الدین حسین شاہ	1507	لوح قبر
172	مسجد، مالدہ، گوڑ	علاؤ الدین حسین شاہ	1507	مسجد
173	جامع مسجد، مالدہ	علاؤ الدین حسین شاہ	1508	جامع مسجد
174	مسجد، پنڈوہ، مالدہ	علاؤ الدین حسین شاہ	1509	مسجد
175	مسجد، مانیگرم گاؤں ، مرشدآباد	علاؤ الدین حسین شاہ	1510	مسجد
176	مدرسہ و مسجد، کیٹاہار، بوگڑا	علاؤ الدین حسین شاہ	1510	مدرسہ و مسجد

177	اخی سراج الدین خانقاہ کا ایک دروازہ کا کتبہ، سعد اللہ پور، گوڑ	علاؤ الدین حسین شاہ	1510	خانقاہ کا ایک دروازہ
178	اخی سراج الدین خانقاہ کا دوسرے دروازہ کا کتبہ، سعد اللہ پور، گوڑ	علاؤ الدین حسین شاہ	1510	خانقاہ کا ایک دروزاہ
179	اخی سراج الدین خانقاہ کا تیسرے دروازہ کا کتبہ، سعد اللہ پور، گوڑ	علاؤ الدین حسین شاہ	1510	خانقاہ کا ایک دروازہ
180	ایک تاریخی فوارہ، نوتن ہاٹ، بردھمان	علاؤ الدین حسین شاہ	1510	فوارہ
181	دوسرا تاریخی فوارہ، نوتن ہاٹ، بردھمان	علاؤ الدین حسین شاہ	1510	فوارہ
182	تیسرا تاریخی فوارہ، بارہ بازار،بردھمان	علاؤ الدین حسین شاہ	1510	فوارہ
183	چوتھا تاریخی فوارہ، سکولیپور، بردھمان،مغربی بنگال	علاؤ الدین حسین شاہ	1510	فوارہ
184	بیگو حاجی جامع مسجد، پٹنہ، بہار	علاؤ الدین حسین شاہ	1510	جامع مسجد
185	جامع مسجد، بڑھ، بہار	علاؤ الدین حسین شاہ	1510	جامع مسجد
186	فوارہ، مہاستھان ، نوگاں	علاؤ الدین حسین شاہ	1511	فوارہ
187	جامع مسجد، مجاہد پور، بہار	علاؤ الدین حسین شاہ	1511	جامع مسجد
188	مسجد، کالنا، بردھمان، مغربی بنگال	علاؤ الدین حسین شاہ	1512	مسجد
189	مسجد، مولاناٹولی، مالدہ	علاؤ الدین حسین شاہ	1512	مسجد
190	گومتی دروازہ، فیروزپور، گوڑ	علاؤ الدین حسین شاہ	1512	قلعہ کا ایک دروازہ
191	مینار کا کتبہ، دیوی کوٹ، دیناجپور	علاؤ الدین حسین شاہ	1512	مسجد کا ایک مینار

192	شاہ جلال کا مزار، سلہٹ	علاؤ الدین حسین شاہ	1512	ایک غیر معلوم عمارت
193	شاہ جلال کا مزار، سلہٹ	علاؤ الدین حسین شاہ	1512	ایک غیر معلوم عمارت
194	تدفینی لوحہ، شاہ جلال کا مزار، سلہٹ	علاؤ الدین حسین شاہ	1512	لوح قبر
195	مسجد، داؤد نگر، سلہٹ	علاؤ الدین حسین شاہ	1513	مسجد
196	فوارہ، شیخیر دیگھی، مرشد آباد	علاؤ الدین حسین شاہ	1515	فوارہ
197	پوشتارپور محلہ کامسجد، پٹھان ٹولہ، چٹاگانگ	علاؤ الدین حسین شاہ	1515	مسجد
198	ایک تاریخی عمارت کا یادگاری کتبہ، بالیاگھاٹا، مرشدآباد	علاؤ الدین حسین شاہ	1515	ایک غیر معلوم عمارت
199	فوارہ ، بادشاہی روڈ،سوری، بیربھوم	علاؤ الدین حسین شاہ	1516	فوارہ
200	جامع مسجد، پٹھان ٹولہ، دھامرائی بازار، ڈھاکہ	علاؤ الدین حسین شاہ	1516	جامع مسجد
201	مسجد،گاؤں گوپیناتھ پور، چپائی نواب گنج	علاؤ الدین حسین شاہ	1517	مسجد
202	مسجد دولت نذیر،بھولاہاٹ، مالدہ	علاؤ الدین حسین شاہ	1517	مسجد
203	مسجد، بارو بازار،جیسور	علاؤ الدین حسین شاہ	1519	مسجد
204	مسجد،سونارگاؤں، ڈھاکہ	علاؤ الدین حسین شاہ	1519	مسجد
205	مسجد، گوڑ، مالدہ	علاؤ الدین حسین شاہ	1519	مسجد
206	ایک تاریخی مسجدکا کتبہ،جو اب مینار والی مسجد ، مہدی پور میں نصب شدہ ہے	علاؤ الدین حسین شاہ	غیر معلوم	مسجد

207	مرار بندھ قبرستان کی مسجد، ہبی گنج	علاؤ الدین حسین شاہ	غیر معلوم	جامع مسجد
208	اوچھایل مسجد،ہبی گنج	علاؤ الدین حسین شاہ	غیر معلوم	مسجد
209	چھوٹو سونا مسجد کا کتبہ،(اب انڈین میوزیم میں محفوظ ہے)	علاؤ الدین حسین شاہ	غیر مؤرخہ	جامع مسجد
210	چھوٹو سونا مسجد، فیروزپور، چپائی نواب گنج	علاؤ الدین حسین شاہ	غیر مؤرخہ	جامع مسجد
211	مسجد، سعدیپور، گوڑ	علاؤ الدین حسین شاہ	غیر معلوم	مسجد
212	گوڑ کی ایک تاریخی مسجد کا کتبہ (جو اب انڈین میوزیم میں محفوظ ہے)	علاؤ الدین حسین شاہ	غیر معلوم	مسجد
213	ایک نامعلوم تاریخی عمارت کا کتبہ، رایکھا، بردوان	علاؤ الدین حسین شاہ	غیر معلوم	مذہبی عمارات
214	مسجد، شیخ پورہ محلہ، اعظم گڑھ	علاؤ الدین حسین شاہ	غیر مؤرخہ	مسجد
215	غیرمعلوم تاریخی مسجد کا کتبہ، کانٹا دوار ، رنگ پور	علاؤ الدین حسین شاہ	غیر معلوم	مسجد
216	مسجد، سری نگر، ندیا	علاؤ الدین حسین شاہ	غیر معلوم	مسجد
217	ایک نامعلوم عمارت کے کتبہ کاایک ٹکڑا، بنگلہ دیش نیشنل میوزیم، ڈھاکہ	علاؤ الدین حسین شاہ	تاریخ کا حصہ ٹوٹا ہوا ہے	غیر معلوم عمارت
218	مسجد، مہدی پور، گوڑ	علاؤ الدین حسین شاہ	تاریخ کا حصہ ٹوٹا ہوا ہے	مسجد
219	مسجد، گاؤں گوپیناتھ پور، چپائی نواب گنج	سلطان نصرت شاہ	1517-1516	مسجد
220	داخلی دروازہ، گوڑ، مالدہ	سلطان نصرت شاہ	1520-1519	دروازہ
221	بیت السقایہ نامی فوارہ اور ایک مسجد کا کتبہ، سعدیپور، ڈھاکہ	سلطان نصرت شاہ	1522	فوارہ/ مسجد

222	ایک نامعلوم مسجد، گوڑ، مالدہ	سلطان نصرت شاہ	-1524 1523	مسجد
223	گارپارا میں ایک نامعلوم مسجدکا یادگاری کتبہ، ضلع مانگ گنج	سلطان نصرت شاہ	1524	مسجد
224	ایک مسجدکے کنواں کا کتبہ، بانڈیل، ہوگلی	سلطان نصرت شاہ	1524	فوارہ/مسجد کا ایک کنواں
225	مولانا ٹولی مسجد کے دروازہ کا کتبہ، پرانا مالدہ	سلطان نصرت شاہ	1524	مسجد کا ایک دروازہ
226	جامع مسجد، منگل کوٹ، بردوان	سلطان نصرت شاہ	1524	جامع مسجد
227	جامع مسجد، باگھا، راجشاہی	سلطان نصرت شاہ	1524	جامع مسجد
228	گوڑ میں ایک جامع مسجد کےدروازہ کا کتبہ	سلطان نصرت شاہ	1524	جامع مسجد کا ایک دروازہ
229	مقبرہ اخی سراج الدین کا دروازہ، گوڑ	سلطان نصرت شاہ	1525	خانقاہ کا ایک دروازہ
230	مسجد، نبہ گرام، پبنہ	سلطان نصرت شاہ	1526	مسجد
231	بڑا سونا (جامع) مسجد، گوڑ، مالدہ	سلطان نصرت شاہ	-1527 1526	جامع مسجد
232	مسجد، سکندرپور، اعظم گڑھ	سلطان نصرت شاہ	1527	مسجد
233	جامع مسجد، گوڑ، مالدہ	سلطان نصرت شاہ	1527	جامع مسجد
234	مسجد، دیوتلا، جنوبی دیناجپور	سلطان نصرت شاہ	1528	جامع مسجد
235	مسجد، بڑا ماٹیاباڑی، پبنہ	سلطان نصرت شاہ	1528	مسجد
236	پرانا مالدہ میں جامع مسجد کا ایک دروازہ	سلطان نصرت شاہ	-1529 1528	جامع مسجد کا ایک دروازہ
237	جامع مسجد کے لیے وقف کا کتبہ، ستگاؤں، ہوگلی	سلطان نصرت شاہ	1530	جامع مسجد
238	جامع مسجد، ستگاؤں، ہوگلی	سلطان نصرت شاہ	1530	جامع مسجد

239	مسجد، اشرف پور، نرسنگدی، ڈھاکہ	سلطان نصرت شاہ	1530	مسجد
240	صدر دروازہ، پرانا مرشدآباد شہر	سلطان نصرت شاہ	1530	دروازہ
241	مزارقدم رسول ، گوڑ	سلطان نصرت شاہ	1531-1530	خانقاہ
242	جامع مسجد کا دروازہ، سنتوش پور، ہوگلی	سلطان نصرت شاہ	1531-1530	جامع مسجد کا ایک دروازہ
243	جامع مسجد، سنتوش پور، ہوگلی	سلطان نصرت شاہ	1531-1530	جامع مسجد
244	فوارہ، چالیس پاڑا، گوڑ	سلطان نصرت شاہ	1532-1531	فوارہ
245	مرشد آباد میں ایک نامعلوم مسجد کا کتبہ	سلطان نصرت شاہ	1533-1532	مسجد
246	جامع مسجد، میٹیہانی، بہار	سلطان نصرت شاہ	1532-1519	جامع مسجد
247	جامع مسجد، پنڈوہ، مالدہ	سلطان نصرت شاہ	تاریخ والا حصہ ٹوٹا ہوا ہے	جامع مسجد
248	شاہی جامع مسجد(پہلی)، کالنا، بردوان	علاؤ الدین فیروز شاہ	1533	جامع مسجد
249	شاہی جامع مسجد(دوسری)، کالنا ، بردوان	علاؤ الدین فیروز شاہ	1533	جامع مسجد
250	مسجد، جووار، کشورگنج، ڈھاکہ	سلطان محمود شاہ	1534	مسجد
251	جہانیاں جامع مسجد، سعد اللہ پور، گوڑ	سلطان محمود شاہ	1535-1534	جامع مسجد
252	ایک نامعلوم مسجدکا یادگاری کتبہ	سلطان محمود شاہ	1535-1534	مسجد
253	قلعہ، شاہ پور، گوڑ، مالدہ	سلطان محمود شاہ	1536	قلعہ
254	خانقاہ، پوُرنیا، بہار	سلطان محمود شاہ	1537	خانقاہ
255	مسجد، ہجلی ، میدنی پور	سلطان محمود شاہ	1537	مسجد
256	مسجد، سعد اللہ پور، گوڑ	سلطان محمود شاہ	1537	مسجد

257	مسجد حماد، کومیرا، چٹا گانگ	سلطان محمود شاہ	تاریخ والا حصہ ٹوٹا ہوا ہے	مسجد
258	ایک نامعلوم مسجد کا کتبہ	سلطان محمود شاہ	تاریخ والا حصہ ٹوٹا ہوا ہے	مسجد
259	تدفینی لوحہ، راجمحل، بہار	سلطان بہادر شاہ	1557	لوح قبر
260	کوسمبا مسجد، مندا پولیس سٹیشن، نوگاں	سلطان بہادر شاہ	1558	مسجد
261	مسجد، کمارپور، راجشاہی	سلطان بہادر شاہ	1558	مسجد
262	جامع مسجد، کالنا، بردھمان	سلطان بہادر شاہ	1560	جامع مسجد
263	ایک نامعلوم مسجد، غالباگوڑ، مالدہ	سلطان بہادر شاہ	1560	مسجد
264	مسجد، شیرپور، بوگڑا	سلطان جلال شاہ	1563-1560	مسجد
265	مزارپیر بہرام سقا ، بردھمان(پہلا)	سلطان جلال شاہ	1562	خانقاہ
266	مزارپیر بہرام سقا ، بردھمان(دوسرا)	سلطان جلال شاہ	1562	خانقاہ
267	مسجد، فیروزپور، گوڑ	سلطان جلال شاہ	1563	مسجد
268	مسجد، عِلشا، چٹاگانگ	سلیمان کرانی	1568	مسجد
269	زاویہ(خانقاہ) اور مسجد، سونارگاؤں، ڈھاکہ	سلیمان کرانی	1569	خانقاہ اور مسجد
270	مزار و خانقاہ ، بہارشریف، بہار	سلیمان کرانی	1569	خانقاہ
271	مسجد، دیوتلا، دیناجپور	سلیمان کرانی	1571	مسجد
272	خانقاہ (علا ءالحق کا مقبرہ)، حضرت پنڈوہ	سلیمان کرانی	1572	خانقاہ
273	مسجد، چاٹموہر، پبنہ	جلال الدین اکبر بادشاہ	1581	مسجد
274	مسجداور خانقاہ(پہلا)، شیرپور مورچہ، بوگڑا	جلال الدین اکبر بادشاہ	1582	مسجد
275	مسجداور خانقاہ(دوسرا)، شیرپور مورچہ، بوگڑا	جلال الدین اکبر بادشاہ	1582	مسجد

276	مسجد، ڈھاکہ	جلال الدین اکبر بادشاہ	1582	مسجد
277	قطب شاہی مسجد، (اول)، حضرت پنڈوہ	جلال الدین اکبر بادشاہ	-1585 1582	مسجد
278	قطب شاہی مسجد، (دوم)، حضرت پنڈوہ	جلال الدین اکبر بادشاہ	-1585 1582	مسجد
279	قطب شاہی مسجد، (سوم)، حضرت پنڈوہ	جلال الدین اکبر بادشاہ	-1585 1582	مسجد
280	ایک مذہبی عمارت کے لئے وقف کا کتبہ، سلہٹ	جلال الدین اکبر بادشاہ	1588	نامعلوم عمارت
281	خانقاہ، پنڈوہ، مالدہ	جلال الدین اکبر بادشاہ	1591	خانقاہ
282	مسجد، بوڑارچر، کومیلا	جلال الدین اکبر بادشاہ	1591	مسجد
283	جامع مسجد، دوہار، مانک گنج	جلال الدین اکبر بادشاہ	1591	مسجد
284	دو مساجد کی مدد معاش کے لئے وقف کا کتبہ، نیاباڑی، مانک گنج	جلال الدین اکبر بادشاہ	1595	ایک جامع مسجد اور ایک مسجد روزانہ (پانچ وقت کے) نمازوں کے لیے
285	جامع مسجد، پرانا مالدہ	جلال الدین اکبر بادشاہ	-1596 1595	مسجد
286	مسجد گردا، فریدپور	جلال الدین اکبر بادشاہ	1604	مسجد
287	خانقاہ کے مدد معاش کے لئے وقف کا کتبہ، بردھمان	جلال الدین اکبر بادشاہ	1606	خانقاہ
288	تدفینی لوحہ، حضرت پنڈوہ، مالدہ	جلال الدین اکبر بادشاہ	1608	لوح قبر
289	یادگاری کتبہ، خانقاہ، میدنی پور	جلال الدین اکبر بادشاہ	1610	خانقاہ

290	مسجد، کروٹیا، ٹنگائیل	جلال الدین اکبر بادشاہ	1610	مسجد
291	خانقاہ، حضرت پنڈوہ	جلال الدین اکبر بادشاہ	1612	خانقاہ
292	حمام خانہ، کیسیاری، میدنی پور	جلال الدین اکبر بادشاہ	1622	خانقاہ
293	مسجد، کوروٹیا، ٹنگائیل	جلال الدین اکبر بادشاہ	1623	مسجد
294	مسجد، شیرپور، بیربھوم	شاہ جہاں بادشاہ	1628	مسجد
295	مسجد، شیرپور، بوگڑا	شاہ جہاں بادشاہ	1632	مسجد
296	فوارہ کا کتبہ، میدنی پور	شاہ جہاں بادشاہ	-1634 1633	فوارہ
297	درگاہ شاہ مخدوم، راجشاہی	شاہ جہاں بادشاہ	1634	خانقاہ
298	درگاہ شاہ غلام قادری، بالیاگھاٹا، مرشد آباد	شاہ جہاں بادشاہ	-1637 1636	خانقاہ
299	عیدگاہ، دھان منڈی، ڈھاکہ	شاہ جہاں بادشاہ	1640	نماز عیدکا میدان
300	سرائے خانہ و مسافر خانہ، بڑاکٹرا، ڈھاکہ	شاہ جہاں بادشاہ	1642	کاروانسرائے/مسافر خانہ
301	حسینیہ (امام باڑہ)، حسینی دالان ، ڈھاکہ	شاہ جہاں بادشاہ	1642	حسینیہ/امام باڑہ (شیعہ مزار/درگاہ)
302	مسجد، پایکوڑا، مرشدآباد	شاہ جہاں بادشاہ	1642	مسجد
303	مسجد، ڈی سی رائے روڈ، ڈھاکہ	شاہ جہاں بادشاہ	1642	مسجد
304	وقف کا کتبہ، بڑاکٹرا، ڈھاکہ	شاہ جہاں بادشاہ	1645	سرائے خانہ، مسافر خانہ اور دکانوں کے لئے وقف شدہ عمارت

305	شیعی تقریبات کی عمارت، بڑاکٹرا، ڈھاکہ	شاہ جہاں بادشاہ	غیر مؤرخہ	شیعہ جماعت کی تقریبات کی عمارت
306	مسجد، گوڑ، مالدہ	شاہ جہاں بادشاہ	1645	مسجد
307	مسجد، چوڑی ہٹہ، ڈھاکہ	شاہ جہاں بادشاہ	1650	مسجد
308	مسجد، اگارو سندور گاؤں، میمن سنگھ	شاہ جہاں بادشاہ	1652	مسجد
309	کتبہ مسجد، پانچ پیر کا مزار، سلہٹ	شاہ جہاں بادشاہ	1653	مسجد
310	خانقاہ اور درگاہ، شاہ جلال، سلہٹ	شاہ جہاں بادشاہ	1657-1628	خانقاہ
311	مسجد، منگل کوٹ، بردھمان	شاہ جہاں بادشاہ	1655-1654	مسجد
312	مسجد، نرائن گڑھ، بردھمان	شاہ جہاں بادشاہ	1655-1654	مسجد
313	مسجد، حاجو، آسام	شاہ جہاں بادشاہ	1657	مسجد
314	ایک کنواں کا کتبہ، کیسرائے، میدنا پور	شاہ جہاں بادشاہ	1657-1628	فوارہ/کنواں
315	مسجد،سوگاوں، بیربھوم	اورنگ زیب عالمگیر	1654-1653	مسجد
316	مسجد، قصبئہ امارسی، میدنی پور	اورنگ زیب عالمگیر	1659	مسجد
317	قدم رسول مسجد اور خانقاہ، گوڑ	اورنگ زیب عالمگیر	1660	خانقاہ اور مزار
318	کتبہ مسجد، مزار شاہ جلال، سلہٹ	اورنگ زیب عالمگیر	1663	مسجداور خانقاہ کی عمارت
319	کتبہ اربعین خانہ، حضرت پنڈوہ	اورنگ زیب عالمگیر	1664	خانقاہ
320	شاہی جامع مسجد ، اندرقلعہ، چٹاگانگ	اورنگ زیب عالمگیر	1667	جامع مسجد
321	مسجد، نرائن گڑھ ، میدنی پور	اورنگ زیب عالمگیر	1669-1668	مسجد

322	مسجد لال باغ، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1671	مسجد
323	شاہ جلال الدین تبریزی کا بھنڈار خانہ (سٹور روم) حضرت پنڈوہ، مالدہ	اورنگ زیب عالمگیر	1673	خانقاہ کا بھنڈار خانہ (سٹور روم)
324	پل، سلہٹ	اورنگ زیب عالمگیر	1674	پل
325	شائستہ خان مسجد، چوک بازار، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1675	مسجد
326	مسجد، درگا پور، جےپورہاٹ	اورنگ زیب عالمگیر	1675	مسجد
327	مسجد حاجی خواجہ شہباز، سہروردی گارڈن(باغ پادشاہی) ہائی کورٹ بلڈنگ کے قریب، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1675	مسجد
328	مسجد، عنبر شاہ، کاروان بازار، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1677	مسجد
329	مسجد، عنبر شاہ، کاروان بازار، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	غیر مؤرخہ	مسجد
330	کتبہ مسجد، مزار شاہ جلال ، سلہٹ	اورنگ زیب عالمگیر	1677	مسجد
331	مسجد، منشی باڑی، بڈا نگر، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1681	مسجد
332	فرہاد خان کی قبر کا تدفینی لوحہ، مزار شاہ جلال، سلہٹ	اورنگ زیب عالمگیر	1682	لوح قبر
333	تنور خانہ (باورچی خانہ)، درگاہ شاہ جلال الدین تبریزی، پنڈوہ، مالدہ	اورنگ زیب عالمگیر	1682	ایک خانقاہ کا تندور خانہ
334	مسجد، باغ حمزہ، چٹا گانگ	اورنگ زیب عالمگیر	1682	مسجد
335	مسجدعنبرخانہ، سلہٹ	اورنگ زیب عالمگیر	1683	مسجد
336	مسجد لال باغ قلعہ، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1684	مسجد

337	مسجد نواب کاٹرا، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1684	مسجد
338	مسجد بنگشال روڈ، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1686	مسجد
339	مسجدکورٹ ہاؤس سٹریٹ، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1687	مسجد
340	مسجد لال باغ روڈ، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1887	مسجد
341	وقف کا کتبہ، نواب شائستہ خان مسجد، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	تاریخ والا حصہ ٹوٹا ہوا ہے	مسجد
342	نال گلا مسجد، نواب پور روڈ کے آخر میں رتہ کھولا کے قریب ، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1689	مسجد
343	مسجد، قصبہ شاہ پور، مالدہ	اورنگ زیب عالمگیر	1691-1690	مسجد
344	مسجد، کیسیاری، میدنا پور	اورنگ زیب عالمگیر	1691-1690	مسجد
345	پل کا کتبہ، چاپاتلی، نرائن گنج	اورنگ زیب عالمگیر	1691-1690	مسجد
346	مسجد، ڈھاکیشواری روڈ، عظیم پور، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1691	مسجد
347	حاجی مسجد، دیوان ہاٹ پل، چٹاگانگ	اورنگ زیب عالمگیر	1693-1692	مسجد
348	شاہ جلال درگاہ کا تانبے کا بڑی دیگ، سلہٹ	اورنگ زیب عالمگیر	1695	تانبے کا دیگ
349	مسجد، شرت چندرچکرورتی روڈ، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1696	مسجد
350	مسجد، 39 پیاری داس روڈ، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1697	مسجد
351	درگاہ شاہ جلال کے نزدیک ایک مسجد ، سلہٹ	اورنگ زیب عالمگیر	1699	مسجد
352	شاہی مسجد/مدرسہ، موگراپاڑا، سونارگاؤں	اورنگ زیب عالمگیر	1700	مدرسہ/مسجد

353	مسجد، انچلا بازار، بردوان	اورنگ زیب عالمگیر	1704	مسجد
354	مسجد، انچلا بازار، بردھمان	اورنگ زیب عالمگیر	1704	مسجد
355	مسجد، خواجہ دیوان سٹریٹ، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1704	مسجد
356	مسجد شاہ ابو طراب، بندر بازار، سلہٹ	اورنگ زیب عالمگیر	1704	مسجد
357	مسجد خان محمد مردھا، آتش خانہ، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1704	مسجد
358	مذہبی عمارت کا ایک یادگاری کتبہ جو اب بنگلہ دیش نیشنل میوزیم میں محفوظ ہے	اورنگ زیب عالمگیر	1704	مذہبی عمارت (غالبامسجد)
359	تدفینی لوحہ، فریدپور	اورنگ زیب عالمگیر	1705	قبر
360	مسجد، گوالدی، سونارگاؤں	اورنگ زیب عالمگیر	1705	مسجد
361	مذہبی عمارت کا ایک کتبہ جو جہاں اب بنگلہ دیش نیشنل میوزیم میں محفوظ ہے	اورنگ زیب عالمگیر	1705	مذہبی عمارت (غالبامسجد)
362	مسجد، بابوپورا، نیو مارکیٹ، ڈھاکہ	اورنگ زیب عالمگیر	1706	مسجد
363	مقبرہ ڈنڈی شاہ، گاؤں کلائی، کوہالو، بوگڑا	اورنگ زیب عالمگیر	1711	مزار/خانقاہ
364	تدفینی لوحہ، گاؤں کاٹاباری، گورگوبندوپور، رنگپور	علاؤ الدین حسین شاہ	غیر مؤرخہ	لوح قبر
365	قرآنی آیات پر مشتمل دینی کتبہ، چھوٹا سونا مسجد، شیب گنج، چپائی نواب گنج	عہد سلطانی	غیر مؤرخہ	مسجد
366	ایک قرآنی آیات پر مشتمل دینی کتبہ، جو اب ورندرہ ریسرچ میوزیم میں محفوظ ہے	سلطانی دور	غیر مؤرخہ	مذہبی عمارت(غالبامسجد)

367	ایک نامعلوم تاریخی عمارت کا کتبہ، سلطان گنج، چپائی نواب گنج، جو اب ورندرہ ریسرچ میوزیم میں محفوظ ہے	سلطانی دور	غیر مؤرخہ	بادشاہی عمارت (غالبامحل یاخزانہ)
368	ایک مسجدکا قرآنی کتبہ، سلطان گنج،چپائی نواب گنج، جو اب ورندرہ ریسرچ میوزیم میں محفوظ ہے	سلطانی دور	غیر مؤرخہ	مذہبی عمارت (غالبامسجد)
369	ایک مغل مسجد، لال باغ، ڈھاکہ	سلطانی دور	غیر مؤرخہ	مسجد
370	مدرسہ، بنسیہاری، جنوبی دیناجپور، مغربی بنگال	سلطانی دور	غیر مؤرخہ	مدرسہ
371	سنسکرت زبان میں پہاڑ کی ایک چوٹی پر لکھا ہوا کتبہ، کامروپ، آسام	بختیار خلجی کا دور	1206	ایک پہاڑی کی چوٹی پر یادگاری کتبہ
372	گوڑ میں تحریر شدہ مخطوطہ کا آخری صفحہ (کولوفون)	سلطان نصرت شاہ	1531	ایک کتاب کا کولوفون (آخری صفہ)
373	احمد آباد میں ایک باغ کا کتبہ، گجرات، بھارت	نور الدین جہانگیر بادشاہ	1627-1605	باغ

حواشی

[1] مثال کے طور پر دیکھیے: مولانا منہاج سراج الدین(منہاج سراج)، ***طبقات ناصری***، تحقیق عبد الحئی حبیبی(کابل: 1342ھ) جس میں بنگال میں اسلام کے ابتدائی دور پر کافی قیمتی معلومات ملتی ہیں۔

[2] ممتاز مسلم مؤرخ تقی الدین احمد بن علی بن عبد القادر المقریزی(1364ء -1441ء) نے قاہرہ کے آثار و کتبات کے بارے میں اپنے مخطوطے میں بھی لفظ ''آثار'' کوکم و بیش اسی معنی میں استعمال کیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: تقي الدين أحمد بن علي بن عبد القادر المقريزي، *الخطط والآثار*، القاهرة: مؤسسة الحلبي وشركاه للنشر والتوزيع، 1370ھـ - پرانے قاہرہ کے آثار قدیمہ، تاریخی عمارتوں اور کھنڈرات کے متعلق بے شمار اور بے مثال معلومات المقریزی نے اس کتاب میں فراہم کی ہیں اور اس موضوع میں یہ ایک نہایت ہی مفید اور اہم مصدر ہے۔

[3] اس کی اولین مثالوں میں سے ایک الحسین کے تابوت پر قرآنی کتبات ہیں جو لگ بھگ 550ھ/ 1155ء میں خطِ کوفی اور خطِ نسخ دونوں میں لکھوائے گئے تھے۔ دوسری مثال دہلی کا قطب مینار ہے جو تیرھویں صدی کے اوائل میں تعمیر کرایا گیا تھا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:

Caroline Williams,"The Quranic Inscriptions on the *tabut* of al-usayn," *Islamic Art* 2 (1987): 3-13.

[4] خطاطی کے ایسے نمونو ں کی مثالیں، کہ جب کتبات اتنی اونچی جگہوں پر لگائے جائیں کہ آسانی سے پڑھے نہ جاسکیں، یہ ہیں:۔ ضلع ہگلی میں تربینی کے مقام پر مسجد ظفر خان کا کتبہ (698ھ/1298ء) ۔ حسین شاہی عہد کا گوڑ میں چھوٹا سونا مسجد کا کتبہ، ضلع راج شاہی میں باگھا مسجد کا کتبہ (930ھ/1523- 1524ء)

[5] مصر کے آثار قدیمہ پر المقریزی نے کافی دلچسپ معلومات فراہم کی ہیں،ان موضوعات پر تفصیل کے لیے دیکھیے: تقي الدين أحمد بن علي بن عبدالقادر المقريزي، *الخطط والآثار*، القاهرة: مؤسسة الحلبي وشركاء ه للنشر والتوزيع، 1370هـ

[6] تقي الدين محمد بن أحمد الحسيني الفاسي المكي، *العقد الثمين فى تاريخ البلد الأمين*، تحقيق ، محمد عبدالقادر احمد عطاء-ج 3، بيروت دار الكتب العلمية،1998 ص ، 419، مزید ایڈیشن کے لیے دیکھئے :- *العقد الثمين* ، تحقيق محمد حامد الفاقي، القاهره: ناشر محمد سرور الصبان ، 1378، *العقد الثمين*، بيروت مؤسسة الرسالة، س-ن-

الفاسی نے اپنے وقت کی بعض قدیم ترین مساجد کا بھی جائزہ لیا ہے جو طائف میں باقی رہ گئی تھیں اور ان کے کتبات کا بھی مطالعہ کیا ہے، مثال کے طور پر دیکھیے:۔

شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام، ج1، بیروت : دار الکتب العلمیۃ، 2002۔ ص 122۔ اس کتاب کے مزید ایڈیشن بھی ہیں، مثال کے طور پر ***شفاء الغرام*** تحقیق، عمر عبد السلام تدمری ،بیروت : دار الکتاب العربی 1405ھ۔

[7] محمد بن علی بن محمد جمال الدین المکی القرشی الشیبی: ***الشرف الاعلیٰ فی ذکر قبور مقبرہ باب المعلی*** مسودہ نمبر 354 س ۔ف 1179 ملک سعود یونیورسٹی لائیبریری؛ مسودہ نمبر 900/130 شیخ عارف حکمت لائیبریری، مدینہ (منقولہ از احمد الازہری 1816/1231)؛ مسودہ نمبر 18325، نیشنل لائبریری، تونس (منقولہ ابو القاسم بن علی بن محمد القحطانی 1486/891)؛ مسودہ نمبر 6124 برلن لائبریری (منقولہ محمد سعد ابن اسماعیل المکی 1710/1122)۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ الشیبی کے ممتاز خاندان نے مکہ میں پندرھویں صدی میں اپنی تعلیمی و ثقافتی سرگرمیوں کے باعث شہرت و تکریم حاصل کی۔ ان کے گھرانے کے بعض افراد مکہ میں اعلیٰ مناصب پر فائز ہوئے۔ مثلاً قاضی القضاۃ ، مفتی اور خطیب جامع مسجد۔ اس گھرانے کے بعض علمأ نے مکہ میں مشہور بنگالی مدرسہ میں درس دیے ، جو اپنے بنگالی سر پرست سلطان غیاث الدین اعظم شاہ حاکم بنگال کے نام نامی سے منسوب المدرسۃ السلطانیہ الغیاثیہ البنغالیہ کہلاتا تھا۔

[8] تفصیل کے لیے دیکھیے:

Max Van Berchem, *Matériaux pour un Corpus Inscriptionum Arabicarum*, in *Mémoires publiés par les Membres de l'Institut Françaisd'Archéologie Orientale*, (*Egypte*, vol. Xix, Cairo 1903;

Jérusalem, vols, xliii, xlv, Cairo 1920-2; *Syrie du Nord* [in collaboration with E. Herzfield], vols. Lxxvi– lxxvii, Cairo 1955).

[9] *Historical and Cultural Aspects of the Islamic Inscriptions of Bengal: A Reflective Study of Some New Epigraphic Discoveries*, Dhaka: International Centre for Study of Bengal Art, 2009.

[10] *رحلة مع النقوش الإسلامية في بلاد البنغال*: دراسة تاريخية وحضارية، دمشق: دار الفكر، 2004

[11] کہا جا سکتا ہے کہ عالم اسلام میں فن تعمیر سے اخذ کردہ کتبہ نگاری کے اثرات کِسْوَة الكَعْبَة الشَّرِيفَة اور طراز کی خطاطی کی روایت پر وارد ہوئے۔ بہر صورت بعد میں ہر مرحلے پر کچھ نہ کچھ باہمی اثرات ظاہر ہوتے رہے۔

[12] ابن بطّوطة، **الرحلة** (بیروت:دار صادر ، س-ن-) ص 421

[13] ان مسائل پر مشہور کتبہ شناس میکس وان برشم کی بعض تحریریں روشنی ڈالتی ہیں ۔ مثال کے طور پر دیکھیے:

Max Van Berchem, "Note on the Graffiti of the Cistern at Wady el-Joz," *Palestine Exploration Fund Quarterly Statement* (1915): 85-90, 195-198

[14] قبوری لوحات میں آیت الکرسی کا استعمال پوری دنیا ئے اسلام میں عام ہے۔ مثال کے طور پر الحسین کے تابوت کے کتبات میں آیت الکرسی کندہ ہے۔ یہ کتبات 550ھ/1150 ء میں لکھے گئے۔ اور اب قاہرہ میں اسلامی میوزیم میں محفوظ ہیں۔

[15] گڑھ جریپا کا کتبہ (893ھ/1487ء)۔ حسینی دالان کا کتبہ (1052ھ / 1642ء) اور پیاری داس روڈ مسجد کا کتبہ (1109ھ/1697ء) اس قسم کی کتبہ نگاری کی اچھی مثالیں ہیں۔

[16] اس قسم کے اکثر کتبات بنگال میں دریافت ہوئے ہیں۔ ڈھاکہ کے قریب بوڑا رچر کا اور دوہا ر کے کتبات، جن کی نگارش کی تاریخ 1000ھ/1591 ءہے اور اب دونوں بنگلہ دیش نیشنل میوزیم ڈھاکہ میں محفوظ ہیں۔ یہ کتبے غالباً اسی نوعیت کے ہیں جس کا حوالہ نیا باڑی کتبے میں دیا گیا ہے۔ دوسری مثالوں میں گوڑ کا کتبہ 893ھ/1489 ءہے جو اس وقت برٹش میوزیم میں ہے۔ بڑا کٹرا کا کتبہ (1055ھ/1645ء) ہے جو بنگلہ دیش نیشنل میوزیم میں محفوظ ہے۔

[17] ''وقف'' ادارے کے بعض خاص فوائد ہیں، کیونکہ ''وقف'' کی ہوئی جائیداد کو حکومت بھی آسانی سے ضبط نہیں کر سکتی۔

[18] تفصیل کے لیے دیکھیے:

Sourdel-Thomine, "Inscriptions Seljoukides et salles a couples de Qazwin en Iran," *Revue de Etudes Islamiques* 42 (1974): 3-43.

[19] مثال کے طور پر بڑا کٹرا کتبے (1055ھ/1545ء) میں ابو القاسم الحسینی ،جس نے عمارت وقف کی تھی، طبا طبائی السمنانی کی نسبت (طباطبہ اور سمنان کے حوالے سے) استعمال کرتا ہے اور اس کتبے کاخطاط سعد الدین محمد الشیرازی کی نسبت (شیراز کے

حوالے سے) استعمال کرتا ہے۔ نیاباڑی کے ایک کتبے میں (1003ھ/1595ء) بھاگل خان کو، جس نے ایک مسجد وقف کی تھی، حاجی کہا گیا ہے۔

[20] تفصیل کے لیے دیکھیے:

Bimal Bandyopadhyay "Recent Excavation of the Area adjacent to Baisgazi Wall of Gaur and Scientific Clearance at Some Adjacent Areas, District, Malda, West Bengal" *Journal of Bengal Art*, volume 9-10 (2004-2005, published in 2006): 12-23.

اولغ گرابار نے الحمرا ء کے عمارتوں میں نقش کنندہ اشعار کے جمالیاتی پہلو، [21] رمز، استعارہ کو صحیح معنوں میں اجاگر کیا ہے ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:

Oleg Grabar, *The Alhambra* (Sebastopol, California: Solipsist Press, 1992), 75-129.

[22] تفصیل کے لیے دیکھیے:

James Cavanah Murphy, *History of the Mahometan Empire in Spain*, London, 1816 (See English translation of the Arabic inscriptions of Alhambra in appendix by Shakespeare under the title: A Collection of the Historical Notices and Poems in the Alhambra of Granada); Jules Goury and Owen Jones, *Plans, Elevations, Sections and Details of the Alhambra*, 2 v., London: 1842-45;

صبیح صادق، ''قصر الحمرا ء: دیوان شعری منقوش علی الجدران''، ***الفیصل*** ۔ العدد 353 (دسمبر 2005) ص 54- 67۔

[23] ہمارے پاس کم از کم ایک حتمی اور قطعی ماخذ ایسا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرقی ہند میں ، بشمول اڑیسہ اعلیٰ صنعت و حرفت ، آرٹ اور فن تعمیر میں مسلمان کاریگروں اور ہنر مندوں کو وسیع پیمانے پر ملازمتیں دی جاتی تھیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:

See *Baya Chakara*, trans. Alice Boner, Sadasiva Rathasarma and others, in *New Light on the Sun Temple of Konark* (Varanasi: D. Chowkhamba Sanskrit Office, 1972), 57, 68, 93, 116.

[24] مندرا مسجد کے نامکمل کتبے (836ھ/1433ء) سے واضح ہو جاتا ہے کہ تختی پر پہلے خطاطی کی لفظ سازی ہوتی تھی، پھر ان لفظوں کو منقوش کیا جاتا تھا۔

- [25] حسن الباشا. أهمية شواهد القبور كمصدر لتاريخ الجزيرة العربية، *مجلة دراسة تاريخ الجزيرة العربية*، الكتاب الأول، الجزء 1، الرياض: مطبعة جامعة الرياض، 1399 هـــ.

[26] یاد رہے کہ بنگال ڈیلٹا کے بیشتر علاقوں میں پتھر آسانی سے دستیاب نہیں ہے، لہٰذا بہار میں راج محل اور دوسرے مقامات سے دریائی راستوں کے ذریعے منگوایا جاتاتھا۔

[27] پرانی عمارت کے ملبے کے دوبارہ استعمال کی ایک اچھی مثال عہد سلطنت کی ، گوڑ کی ایک خستہ حال مسجد کی پتھر کی محراب ہے جو اب ورندرہ ریسرچ میوزیم ، راج شاہی میں محفوظ ہے۔ بنگالی مندروں کے طرز تعمیر میں عام طور پر جو روایتی آرائشی تصورات منقوش صورت میں ملتے ہیں۔ وہ تقریباً تمام عمارتوں کے بیرونی حصوں پر بھی پائے جاتے ہیں۔ بے شک مسلم حکمرانوں نے ہندوؤں کے تباہ حال مندروں کے پرانے ملبے

کو مسجدوں کی تعمیر میں استعمال کیا تھا۔ لیکن اس بات سے لوگوں نے یہ مفروضہ قائم کر لیا کہ مندروں کو مسمار کر کے ان کی جگہ مسجدیں تعمیر کی گئیں۔ ان بے بنیاد قیاسات کی وجہ سے کبھی کبھی فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا ہوتی ہے جس کے نتیجے میں جنوبی ایشیا میں عبادت گاہیں منہدم کرنے کے افسوس ناک واقعات رونما ہوتے ہیں۔ جیسا کہ 1993 ء میں ہندوستان میں ایودھیا کی بابری مسجد ڈھانے کا واقعہ ہوا۔

[28] مثال کے طور پر دیکھیے :

Dinesh Chandra Sarkar, "Mainamatir Chandra Bangshiyo Tamra Shasantroy," in *Abdul Karim Sahitya Visharad Commemorative Volume*, ed. Mohammad Enamul Hoque (Dacca: Asiatic Society of Pakistan, 1972), i - vii.

تعارف و تبصرۂ کتب

نام کتاب	:	ادبی چوپال
مصنف	:	ڈاکٹر سیّد شبیہ الحسن
طابع	:	سیّد اظہار الحسن رضوی
پبلشر	:	اظہار سنز، اُردو بازار، لاہور
قیمت	:	۲۲۵ روپے
تبصرہ نگار	:	ڈاکٹر محمد افتخار کھوکھر☆

چوپال، ایسا مسحور کن لفظ ہے جو ہمیں اپنے شاندار ماضی میں لے جاتا ہے۔ وہ جگہ جہاں دن بھر کی محنت مزدوری اور مشقت کے بعد گاؤں کے لوگ اپنی تکان اُتارنے کے لیے اِدھر اُدھر کی باتیں، ایک دوسرے کا حال احوال جاننے، اور آپس کے دُکھ درد بانٹنے کے لیے جمع ہوا کرتے تھے۔

آج کے تیز تر زندگی کے دور میں جب معاش کی فکر میں لوگوں کو اپنی بھی خبر نہیں رہی۔ ایسے میں علم و ادب کی دنیا کے شہسوار ڈاکٹر سیّد شبیہ الحسن نے ماضی و حال کے ''نایاب، کمیاب اور احباب'' کو اپنی ''ادبی چوپال'' میں جمع کر دیا ہے۔

وہ چشم تصور میں علم و ادب کی دنیا کے ''نایاب'' لوگوں کو اپنی ادبی چوپال میں جمع کر کے اُن سے محوِ گفتگو ہیں۔ جبکہ ادبی دنیا کے ''کمیاب'' لوگوں کو بھی اپنی ادبی چوپال میں جمع کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اس کے ساتھ ''احباب'' تو خود اُن کی علمی و ادبی کاوشوں کے مداح اور اسیر ہیں۔ وہ تو خود بخود سیّد شبیہ الحسن کی ''ادبی چوپال'' کی رونق بن گئے ہیں۔

علم و ادب کے گوہر نایاب، جنہیں وہ چشم تصور سے اپنی ادبی چوپال میں بصد احترام لے آئے ہیں، اُن میں خود فراموش شاعر مجاز لکھنوی، وقت کی آواز، ناصر کاظمی، کھلنڈرا شاعر جون ایلیا، محبت و انقلاب کے شاعر احمد فراز، ہمہ جہت تخلیق کار ڈاکٹر سہیل احمد خان اور آبروئے صحافت حمید کوثری شامل ہیں۔

☆ انچارج، بچوں کا ادب، دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

سیّد شبیہ الحسن نے مجاز لکھنوی کی ذات، کردار اور شاعری کا عقیدت و احترام سے ذکر کرتے ہوئے انہیں اُردو زبان کا "**لیجنڈ شاعر**" قرار دیا ہے۔ اس کے ثبوت میں ان کے لاتعداد اشعار پیش کیے ہیں۔ شاعر خود فراموش کے طور پر مجاز لکھنوی کا یہ شعر قابل ذکر ہے:

سب کا تو مداوا کر ڈالا، اپنا ہی مداوا کر نہ سکے
سب کے تو گریباں سی ڈالے اپنا ہی گریباں بھول گئے

سیّد ناصر رضا، جو ناصر کاظمی کے نام سے جانے پہچانے جاتے ہیں، وہ ایک صاحب طرز شاعر کے طور پر دنیا کے ادب میں جلوہ افروز ہوئے۔ اُن کی نظم و نثر کے کئی مجموعے اُن کی زندگی میں شائع ہوئے۔ جن پر اہل علم و فن نے انہیں بھرپور خراجِ تحسین پیش کیا۔ اُن کے بے شمار اشعار زبان زدِ عام ہیں۔

اے دوست ہم نے ترکِ تعلق کے باوجود
محسوس کی ہے تیری ضرورت کبھی کبھی

سیّد شبیہ الحسن کی ادبی چوپال کی ایک اہم شخصیت جون ایلیا ہیں۔ انہوں نے اپنی شاعری میں سماجی ناانصافی، عدم مساوات اور معاشرتی ناہمواریوں کے خلاف مسلسل صدائے احتجاج بلند کی۔ حساس طبیعت کے مالک جون ایلیا، دنیاوی معاملات میں اُلجھنے کے بجائے اس خارزار سے دور رہنے کے لیے کوشاں رہے۔ جس کا اظہار وہ اس طرح کرتے ہیں:

نہیں دنیا کو جب پروا ہماری
تو پھر دنیا کی پروا کیوں کریں ہم

احمد فراز جسے سیّد شبیہ الحسن نے ماضی، حال اور مستقبل کا شاعر قرار دیا ہے۔ وہ بھی ان کی ادبی چوپال میں پوری شان و شوکت کے ساتھ موجود ہیں۔ احمد فراز نے اپنی رومانوی اور انقلابی شاعری سے نوجوان نسل کو بہت متأثر کیا ہے۔ ان شعری مجموعوں میں تنہا تنہا اور جاناں جاناں کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہے۔

استاد، نقاد، شاعر، مدیر، دانشور اور منتظم، اگر یہ تمام خوبیاں کسی ایک شخصیت میں جمع ہو جائیں تو اسے ڈاکٹر سہیل احمد خاں کہتے ہیں۔ سیّد شبیہ الحسن نے اپنی ادبی چوپال میں اُن کے بلند مرتبہ و مقام کے پیش نظر "علم و دانش کا عظیم کہسار" کہہ کر استقبال کیا ہے۔

ادبی چوپال کے مصنف، خود ادب و صحافت کے میدان کے شہسوار ہیں۔ اس لیے انہوں نے

اپنی ادبی چوپال میں آبروئے صحافت، حمید کوثری کو بھی دل کی گہرائیوں سے خوش آمدید کہا ہے۔ حمید کوثری کے قلم سے نکلنے والے سیاسی، سماجی، شخصی اور بین الاقوامی موضوعات پر ان کے سچ پر مبنی اداریوں نے انہیں آسمانِ صحافت کی بلندیوں پر پہنچا دیا۔

سیّد شبیہ الحسن نے زندہ و موجود ممتاز علمی و ادبی شخصیات کو ادبی چوپال میں نمایاں جگہ دیتے ہوئے شہزاد احمد کو ایک عہد آفریں شاعر، ڈاکٹر انور سدید کو اُردو ادب کا فرہاد، ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا کو انتخاب زریں کا پرتو، ڈاکٹر سعادت سعید کو جدید تہذیبی اقدار کا امین، خورشید بیگ میلسوی کو اُجالوں کا سفیر، اختر سعیدی کو عزم و ہمت کا شاعر، جمیل صادق کو ذات سے کائنات تک کا مسافر، ممتاز راشد کو صحرائے قطر کا آہو، اور کنول فیروز کو محبت و سچائی کا شاعر قرار دیا ہے۔

ادبی چوپال میں سیّد شبیہ الحسن نے اپنے دوست احباب کو بھی نظرانداز نہیں کیا، بلکہ اُن کے مرتبہ و حیثیت کے مطابق جگہ دی ہے۔ ان دوست احباب میں زاہد شمسی، ظفر چشتی، تنویر حسین، نذیر اے قمر، شفیق الرحمٰن الہ آبادی، اسد اعوان، سیّد روح الامین، عظیم کمال، شبہ طراز، شاہد چودہری، وحید عزیز، قدرت اللہ شہزاد، الویرا یاسمین علی اور محمد آصف وٹو شامل ہیں۔

دنیا میں عام طور پر ہر فرد کے اپنے میدانِ کار میں ذاتی دوست احباب کا وسیع حلقہ ہوتا ہے، جسے وہ موقع غنیمت جان کر ہر جگہ متعارف کرواتا ہے۔ سیّد شبیہ الحسن نے بھی علم و ادب کی دنیا کے دوست احباب کو ادبی چوپال میں روشناس کروانے کا حق ادا کر دیا ہے۔

ڈاکٹر شبیہ الحسن نے قیامِ پاکستان کے بعد کے جن چھ اصحابِ علم و فن کو ’’نایاب‘‘ قرار دے کر اپنی چوپال میں نمایاں ترین جگہ دی ہے۔ ان میں اگر شہرہ آفاق شاعر احمد ندیم قاسمی، منفرد نظریاتی شاعر نعیم صدیقی اور دنیائے صحافت کے آفتاب و ماہتاب میر جمیل الرحمٰن کو شامل کر لیتے تو ادبی چوپال کی رونقوں میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا۔

اسی طرح ’’کمیاب‘‘ میں انور مسعود، سرفراز شاہد، ڈاکٹر وزیر آغا اور صحافتی میدان کی بلند پایہ شخصیت مجید نظامی کی پذیرائی کرتے تو ’’ادبی چوپال‘‘ کو چار چاند لگ جاتے۔

مجموعی طور پر نایاب، کمیاب اور احباب کو ’’ادبی چوپال‘‘ میں رونق بخش کر، سیّد شبیہ الحسن نے نوواردانِ علم و ادب کے لیے گراں قدر کوشش کی ہے۔ اُمید ہے کہ علم و ادب کی وادیٔ پرخار میں قدم رکھنے والوں کو ان اصحاب علم و فن کے افکار و خیالات کی روشنی میں آگے بڑھنے کے مواقع ملیں گے۔

☆☆☆☆☆